26/6

امر بالمعروف و نہی عن المنکر

قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جبکہ اللہ تعالیٰ چھوٹے امیروں، بدکار وزیروں، خائن اعوان و انصار اور اہل کاروں اور قبیلوں، جماعتوں کے ظالم سرداروں، چودھریوں، نگہبانوں، فاسق و بدکار قراء اور علماء کہ جن کی پیشانیاں راہبوں کی سی ہوں گی اور دل مردار جانوروں سے زیادہ متعفن اور بدبودار جن میں انواع و اقسام کی خواہشات موجزن ہوں گی، پہلے بھیج نہیں دے گا۔ جب ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے اور ایسے حالات پیدا ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے لیے خطرناک تاریک فتنے کھڑے کر دے گا، جن میں یہ لوگ ٹامک ٹوئیاں مارتے رہیں گے۔

قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے۔ اسلام کی ہر ہر چیز اور ہر ہر حد توڑ دی جائے گی تا آنکہ کوئی اللہ اللہ کہنے والا بھی باقی نہیں رہے گا —— لوگو! امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض انجام دیتے رہو ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر اشرار کو مسلط کر دے گا جو تمہیں بد سے بدتر عذاب میں مبتلا کر دیں گے اس وقت جو اچھے لوگ ہوں گے تمہارے حق میں دعا کریں گے لیکن وہ قبول نہ ہوگی —— لوگو! امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو ورنہ وہ تم پر ایسے لوگوں کو بھیجے گا جو تمہارے چھوٹوں پر رحم نہیں کریں گے اور تمہارے بڑوں کی توقیر و عزت نہیں کریں گے۔

—— ابن ابی الدنیا عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

محمد سعید الرحمٰن علوی

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی منقبت

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم قَالَ یَا عُثْمَانُ اِنَّہٗ لَعَلَّ اللّٰہَ یُقَمِّصُکَ قَمِیْصًا فَاِنْ اَرَادُوْکَ عَلٰی خَلْعِہٖ فَلَا تَخْلَعْہُ لَہُمْ۔

(ترمذی، ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا و رضوانہ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ ایک روز حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ شاید اللہ تعالیٰ تم کو ایک کرتہ پہنائے (یعنی خلعت پہنائے) پس اگر لوگ اس کو (زبردستی) اتارنا چاہیں تو تم ان کے لئے اس کو نہ اتارنا۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان اکابر صحابہ میں سے ہیں جنہیں ابتدائی دور ہی میں اللہ تعالےٰ نے قبولیت اسلام کی عزت و توفیق بخشی انہیں

مدینہ طیبہ کے ساتھ ساتھ حبش کی ہجرت کی بھی توفیق نصیب ہوئی اور جب آپ نے حبش کی ہجرت فرمائی تو حضور نبی مکرم علیہ السلام کی صاحبزادی حضرت رقیہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا و رضوانہ جو آپ کی اہلیہ محترمہ تھیں وہ بھی آپ کے ساتھ تھیں۔ اسی موقعہ پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ حضرت لوط علیہ السلام کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے جو راہِ خدا میں ہجرت کر رہا ہے۔ حضرت رقیہ کی وفات کے بعد سرکار نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضؓ سے فرما دیا اور ان کے انتقال کے بعد فرمایا کہ اگر میری چالیس بچیاں ہوتیں تو یکے بعد دیگرے ان کے نکاح عثمان رضؓ سے کر دیتا۔ اس دوہری عزیز داری کی وجہ سے آپ کو ذوالنورین کہتے ہیں۔ (جبکہ ذوالنورین کہے جانے کی وجوہات اور بھی ہیں) قرآن عزیز میں جس بیعت رضوان

کا ذکر ہے اس کا باعث آپ ہی کی ذات گرامی تھی کیونکہ حضور علیہ السلام اپنے ۱۴ سو رفقاء گرامی سمیت حدیبیہ میں فروکش تھے کہ آپ نے حضرت عثمانؓ کو سفارت کے طور پر مکہ معظمہ بھیجا تاکہ کفارِ مکہ سے گفتگو ہو سکے۔ کہ ہمارا مقصد محض عمرہ اور طواف کعبہ ہے اور بس۔ اور جب یہ خبر اڑ گئی کہ آپ شہید ہو گئے ہیں تو حضور سرکار مدینہؐ نے درخت کے نیچے بیعت لی جسے بیعت شجرہ اور بیعت رضوان کہا جاتا ہے۔ ایک تو یہ عزت کہ بیعت ہوئی آپ کی غرض سے دوسرے یہ کہ حضور علیہ السلام نے سب سے بیعت لے کر اپنے ایک ہاتھ کو عثمان رضؓ کا ہاتھ قرار دیا اور اس طرح ان کو بیعت میں شامل فرمایا۔ امام مسلم نے سیدہ صدیقہ کائنات رضؓ سے ہی ایک اور روایت نقل کی جس میں حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

"کہ میں اس شخص سے کیوں نہ حیا کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں"

(باقی ۲۶ پر)

جلد ۲۶ ❊ شمارہ ۶
۲۵ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ ❊ ۸ راگست ۱۹۸۰ء

اس شمارہ میں

رئیس الادارہ
پیر طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

مدیر منتظم : ——— میاں محمد اجمل قادری
مدیر : ——— محمد سعید الرحمن علوی

بدل	سالانہ -/۶۰ روپے ، ششماہی -/۳۰ روپے
اشتراک	سہ ماہی -/۱۵ روپے ، فی پرچہ ۱/۵۰ روپیہ

شاہ ایران

سابق شاہِ ایران رضا شاہ پہلوی چل بسے

ان کا باپ ایک معمولی درجے کا سپاہی تھا قسمت نے پلٹا کھایا اور وہ ایران کا حکمران بن گیا. اس کے بعد اس کا بیٹا رضا شاہ ایرانی تخت و تاج کا وارث بنا اور ایک عرصہ تک اپنے باپ کی طرح "نشۂ اقتدار میں مخمور و مست ہو کر وقت گذارا بالآخر وہ اپنے ملک کے عوام کی نفرتوں کا شکار ہؤا اور ایسا کہ قرآن کی زبان میں "زمین اپنی تمامتر وسعتوں کے باوجود اس پر تنگ ہو گئی" اور زمین کے کسی خطّہ نے اسے پناہ دینے سے انکار کر دیا—— مصر کے صدر سادات کی آج کل کی پالیسیاں "رموز مملکت خویش خسرواں دانند" کا مصداق ہیں انہوں نے کمال حوصلہ و تحمل سے شاہ کو اپنے یہاں ٹھہرایا اور حق دوستی ادا کیا۔

اب شاہ اس جگہ چلے گئے ہیں جہاں ہر کسی نے جانا ہے روحانی اعتبار سے انبیاء علیہم السلام کی ذوات مقدسہ سے بڑھ کر اس کائنات میں اور کوئی نہیں لیکن انہیں بھی اس راہ سے گذرنا پڑا یہ الگ بات ہے کہ حیات مستعار کے لمحات کی طرح ان کا برزخی عالم بھی اپنی مثال آپ ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا زندگی کی طرح ظاہری زندگی کے بعد بھی ان سے معاملہ سوا ہوتا ہے—— یہی حال مادیت کے پرستاروں کا ہے۔ مادی اعتبار سے شاہ اس دور کی ایک منتخب مثال تھے لیکن ان کی دھن دولت اور تمام دنیوی اسباب و وسائل انہیں زوال اور پھر موت سے نہ بچا سکے۔ قدرت ان سے حساب لے گی کہ وہی حساب لے سکتی ہے لیکن ایک عرصہ تک کئی کروڑ انسانوں کے حاکم ہونے کے ناطہ سے ان کے اعمال و کردار یقیناً

مؤرخ کی قلم کی زد میں آئیں گے اور ان کا بے لاگ تجزیہ ہوگا۔
ایک خادم دین کی حیثیت سے ہماری سوچ کا انداز بالکل سیدھا سادا ہے۔ اس کے مطابق ہمارا ماتھا اسی وقت ٹھنکا تھا جب ایران کی سرزمین پر اڑھائی ہزار سالہ جشن شاہنشاہیت منایا گیا تھا۔ شاہ نے اپنے مخصوص عقائد و نظریات کے پیش نظر فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہونے والے نور سے پہلے کی ہزار سالہ ظلمت سے اپنی وابستگی اپنے لیے ضروری قرار دی۔ اسی گمراہ کن سوچ کا کرشمہ تھا کہ وہ شاہ نہیں شاہنشاہ کہلاتے تھے جبکہ احادیث میں اس لفظ کے استعمال سے روکا گیا ہے کیونکہ شاہنشاہ محض اللہ کی ذات ہے اور بس۔

انہوں نے شاہنشاہیت کے چکر میں سب کچھ کیا بالآخر قدرت کے انتقام کا شکار ہو کر نشانِ عبرت بن گئے۔ انسانی تاریخ میں ان گنت حکمران اور اربابِ جاہ و حشمت نشانِ عبرت بنے لیکن معلوم نہیں کہ بعد والے پہلوں کے انجام سے سبق حاصل کیوں نہیں کرتے؟

موجودہ ایران کی قوتِ حاکمہ سے یہ بات کہنی غلط نہ ہوگی، کہ شاہ کا مسئلہ تو ختم ہو گیا اب ایران کی تعمیر و ترقی کا سلسلہ شروع ہونا ضروری ہے۔ پچھلے چند سالوں میں ایران کی زمین پر بہت کچھ ہو چکا ہے۔ انقلاب کے بعد مسلسل نفرت کی فضا کبھی سودمند نہیں ہوتی۔ اب رحم و عدل اور احسان و عفو کے جذبات پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور اس بات کی ضرورت ہے کہ وہاں کا بسنے والا ہر انسان اپنے آپ کو امن و سکون کے ماحول میں محسوس کرے۔ تعمیر وطن کے تقاضے یونہی پورے ہونگے۔

اس موقعہ پر بس اتنی ہی بات کہنی کافی ہے۔ ع

صاحب نظراں نشۂ قوت ہے خطرناک

اس نشۂ قوت کو حدود اعتدال میں رکھنا ہی دانشمندی ہے ورنہ نہ کوئی پہلے بچا نہ آئندہ کوئی بچے گا۔

علوی

حکومت کا فرض

امروز ۲۸ر جولائی کی خبر ہے کہ فرقہ احمدیہ کی ہائی کمان نے اپنے پیروکاروں کو ہدایت کی ہے کہ اپنے کھاتوں سے کٹی ہوئی زکوٰۃ کی رقم واپس لینے کے لیے درخواستیں حاصل کریں۔

زکوٰۃ و عشر آرڈیننس کے اعلان پر تمام بینکوں نے فرقہ احمدیہ کے ان کھاتہ داروں کے حساب سے بھی زکوٰۃ کاٹ لی تھی جن کے نام مسلمانوں کے سے ہیں ——

احمدیوں سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ اپنے اپنے حلقہ کے پٹواریوں کے ذریعہ حکومت کو واضح کر دیں کہ وہ عشر بھی ادا نہیں کریں گے کیونکہ زکوٰۃ اور عشر کا آرڈیننس صرف مسلمانوں پر لاگو ہوتا ہے۔

ہمیں اس خبر پر اس لئے خوشی ہے کہ اس طرح احمدیوں (؟) نے اپنی اصل حقیقت کو تسلیم کر لیا ہے —— اب جبکہ ان کی ہائی کمان نے انہیں یہ ہدایت کر دی ہے تو حکومت کو بھی ۷۴ء کی آئینی ترمیم کے تقاضے پورے کرنے کے سلسلہ میں سنجیدگی سے قدم اٹھانا چاہیئے

بلغ العلیٰ بکمالہ

کشف الدجیٰ بجمالہ

حسنت جمیع خصالہ

خطبہ جمعہ

ترتیب: مولانا عبدالرؤف فاروقی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

کائنات کی تمام عورتوں سے افضل ہیں!

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور مدظلہم ○

الحمد للہ وکفی وسلامٌ علی عبادہ الذین اصطفی: اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم:۔

اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (صدق اللہ العظیم)

محترم حضرات! رمضان المبارک کا یہ درمیانی عشرہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے گناہوں کی مغفرت کا عشرہ ہے کہ حضور سید کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس مہینہ کے پہلے دس دن اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نزول، درمیانی دس دن گناہوں کی بخشش اور آخری دس دن جہنم کی آگ سے رہائی کے دن ہیں۔ اس عشرہ میں زیادہ سے زیادہ اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرکے آئندہ کے لیے تمام گناہوں سے پرہیز کرنے کا ارادہ اور کوشش کرنی چاہیے تاکہ روزے کا حقیقی مقصد "تقویٰ" ہمیں حاصل ہو اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی ہر نافرمانی سے بچنے کی عملی تربیت بھی ہمیں مل جائے۔

حضرات! گزشتہ جمعہ کے خطبہ میں یہ بات آپ کی خدمت میں بیان کی گئی تھی کہ رمضان جہاں قرآن کے نزول، اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کے نزول، جذبۂ جہاد کی بیداری اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی فرمانبرداری کے لیے تربیتی مہینہ ہے وہاں تاریخی اعتبار سے بھی مسلمانوں کے لیے انتہائی اہمیت کا حامل اور یادگار مہینہ ہے۔ اس مہینہ میں اسلامی تاریخ کے کئی اہم واقعات رونما ہوئے جو بلاشبہ ہمارا تاریخی سرمایہ ہیں۔ نیز اس ماہِ رمضان کے ساتھ ہماری چند تلخ یادیں بھی وابستہ ہیں کہ اس میں بعض ایسے حادثے رونما ہوئے جن سے ملت اسلامیہ عظیم نقصان سے دوچار ہوئی، انہی حادثات میں سے ایک حادثہ ام المومنین سیدہ نساء العالمین حضرت عائشہ سلام اللہ ورضوانہ علیہا کی وفات حسرت آیات ہے جو ۵۸ھ میں اسی مہینہ کی ۱۷ر تاریخ کو واقع ہوئی۔ آپ کی وفات مسلمانوں کے لیے ایسا المیہ تھا کہ صدیوں اسے فراموش نہ کیا جا سکا کیونکہ یہ خلاء قیامت تک پُر ہو ہی نہ سکتا تھا۔

بدقسمتی سے ہم نے جہاں اور بہت سے محسنوں کو فراموش کیا اور اپنی تاریخ کی عظمتوں کو نظرانداز کرکے غیروں کی سازشوں کا شکار ہوئے وہاں سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی مذہبی اور تاریخی شخصیت کو بھلا کر ایک بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا جس سے ہم ناقابل تلافی نقصان سے دوچار ہوئے۔ کاش مسلمان قوم انگڑائی لے اور نوجوان نسل اپنی تاریخ کے اُن اصلی محسنوں کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے اُن کی زندگیوں

اور اُن کے پُر عظمت کردار کو اپنا
کر اپنے مستقبل کی راہوں کو سنوارنے
کی کوشش کرے۔ آج اس دور
میں اپنے شاندار ماضی کے ساتھ وابستہ
ہوئے بغیر ہم ترقی کی منزلیں طے
نہیں کر سکتے۔

محترم سامعین! اُم المومنین
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شخصیت
کے تمام پہلو پُر عظمت و پُر وقار
ہیں۔ آپ تاریخ اسلام کے سب سے
پہلے مسلمان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی پوری زندگی کے رفیقِ
سفر، ہمدم، ہر مصیبت و پریشانی
کے ساتھی اور اپنی زندگی کی قیمتی
سے قیمتی متاع اور جان آپؐ کے
قدموں پر قربان کرکے ہر میدان
میں دوسرے صحابہؓ پر سبقت لے
جانے والے صحابی سیدنا حضرت
ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی
دوسری بیوی حضرت اُم رومانؓ کے
بطن سے پیدا ہوئیں۔ انوارِ نبوت
سے براہ راست اور سب سے
پہلے مستنیر ہونے والے کاشانۂ
صدیقؓ میں پیدا ہونے اور پھر
پرورش پانے کی وجہ سے آپ
شروع سے ہی کفر و شرک اور
ضلالت و گمراہی سے منزّہ اور
مبرّا ہیں۔ اس طرح ایک لمحہ کے
لیے بھی آپ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں
کی آلودگی سے ملوث نہ ہوئیں۔
چنانچہ خود فرماتی ہیں کہ میں نے
جب سے آنکھ کھولی اپنے ماں
باپ کو وحدہٗ لا شریک لہٗ کا
عبادت گذار اور شرک و بت پرستی
سے بیزار پایا۔

رونقِ کاشانۂ نبوّت

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی سب سے پہلی
بیوی حضرت خدیجہؓ بنتِ خویلد
پچیس سال تک آپ کے شرفِ
صحبت میں رہنے اور ہر لحاظ
سے آپؐ کے دکھوں میں برابر
کی شریک رہنے کے بعد سنہ ۱۰
نبوت کے اسی رمضان کے مہینہ
میں وفات پا گئیں۔ آپ نے
جس طرح عورتوں میں سب سے
پہلے اسلام قبول کرنے کے بعد
قدم قدم پر ایک باوفا اور
غمگسار شریکِ حیات ہونے کا
ثبوت دیا۔ اور گھر کی چاردیواری
میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی تسکین اور حوصلے کا سبب
بنیں آپ کی وفات سے سید
الکونین علیہ السلام کو شدید صدمہ
ہوا اور یہ سال عام الحزن قرار
پایا۔ گھریلو معاملات اور صاحبزادیوں
کے مسئلہ پر پریشانی کی وجہ سے
آپؐ اکثر کھوئے کھوئے رہتے
آپؐ کی یہ حالت صحابہ کرام کے
لیے بھی موجبِ الم تھی۔ چنانچہ
مشہور صحابی حضرت عثمان بن
مظعونؓ کی زوجہ حضرت خولہ بنت
حکیم نے ایک روز خدمتِ اقدس
میں حاضر ہو کر عرض کی ۔۔ یا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
آپ دوسرا نکاح کر لیں۔ آپؐ
نے فرمایا۔ کس سے؟ عرض کی
کنواری اور بیوہ دونوں طرح کی
لڑکیاں موجود ہیں آپ جس کو
پسند فرمائیں۔ فرمایا وہ کون ہیں؟
عرض کی بیوہ تو سودہ بنت
زمعہ ہیں اور کنواری ابوبکر صدیق
کی بیٹی عائشہ۔ ارشاد ہوا بہتر ہے
تم ان کی نسبت بات کرو۔ حضرت
خولہ آپؐ کی اجازت و مرضی پاکر
حضرت ابوبکرؓ کے گھر تشریف لائیں
اور پیغام نکاح دیا جسے معمولی
اشکال کے دُور ہو جانے پر بڑی
خوشی اور مسرّت کے ساتھ قبول
کر لیا گیا۔ کہ اس سے بڑی
سعادت اور کیا ہو سکتی ہے کہ
ابوبکرؓ کی بیٹی رسولِ خدا کی زوجہ
محترمہ بن جائے۔

پیغمبرؐ کی زوجہ انتخابِ الٰہی

قرآن، احادیث اور سیرت کی
کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا
ہے کہ نبی کا کوئی کام اپنی خواہش
اور مرضی سے نہیں ہوتا بلکہ اللہ
کے نبی کا ہر کام حکمِ الٰہی ہوتا
ہے اسی لیے امت کے لیے رسولؐ
کی اطاعت ہی اللہ تعالیٰ کی

اطاعت قرار دی گئی ہے کہ زندگی کے ہر شعبے میں نبیؐ کا چھوڑا ہوا طریق کار درحقیقت اللہ تعالےٰ کی منشار کے عین مطابق ہے نکاح کے معاملہ میں بھی نبی خود مختار نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کے حکم اور مرضی کا پابند ہوتا ہے چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ "میں نے کسی عورت کے ساتھ خود نکاح کیا یا اپنی کسی بیٹی کا نکاح کسی کے ساتھ کیا تو وہ اللہ تعالےٰ کی اجازت کے بغیر نہیں کیا۔"

سیدہ عائشہؓ بنت ابوبکرؓ کے ساتھ نکاح بھی حضور علیہ السلام کی اپنی ذاتی خواہش سے زیادہ اللہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے تھا کہ اس طرح اللہ تعالےٰ اپنے نبیؐ کے خلوت کے امور کو امت کے سامنے پیش کرنے کا اہتمام فرمانا چاہتے تھے۔
صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ اُرِيتُكِ فِي الْمَنَامِ ثَلَاثَ لَيَالٍ يَجِيءُ بِكِ الْمَلَكُ فِي سَرَقَةٍ مِنْ حَرِيرٍ فَقَالَ لِي هٰذِهِ امْرَأَتُكَ فَكَشَفْتُ عَنْ وَجْهِكِ الثَّوْبَ فَإِذَا أَنْتِ هِيَ فَقُلْتُ إِنْ يَكُنْ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ يُمْضِهِ۔ کہ میں نے مسلسل تین رات تجھے اس طرح خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ ریشم کے ٹکڑے میں لپیٹ کر لاتا اور مجھ سے کہتا یہ آپ کی بیوی ہیں تمہارے چہرہ سے پردہ اٹھاتا تو تم کو پاتا۔ بعینہٖ۔ پھر میں اپنے دل میں کہتا۔ اگر یہ خواب خدا کی طرف سے ہے تو خدا اس کو پورا کرے گا۔"

اسی طرح ترمذی شریف کی ایک روایت میں ہے کہ "حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ جبرئیل ان کی شکل و صورت کی کوئی چیز سبز ریشم میں لپیٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور کہا کہ یہ دنیا و آخرت میں آپؐ کی بیوی ہیں۔"

ان دونوں روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تین رات تک مسلسل خواب میں فرشتہ کے ذریعہ اور پھر حضرت جبرئیل کے ذریعہ سیدہ عائشہ کا رسول اللہ کو دکھانا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ کاشانۂ نبوت کے لئے سیدہ عائشہؓ کا انتخاب خدائی ہے اور ہمارا ایمان و عقیدہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کا انتخاب کبھی غلط نہیں ہو سکتا۔ اور یقیناً آپؓ نبوت کے شایانِ شان اور مناسب تھیں۔ اسی لیے تو آپؓ کو منتخب کیا گیا۔ اب کسی کا حضرت عائشہؓ پر اعتراض حقیقت: بالواسطہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض ہوگا۔

غیرتِ خداوندی کا مظاہرہ

یہی وجہ ہے کہ جب مدینہ کے منافقین یہودیوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام سے اپنی عداوت اور دشمنی کا انتقام لینے کے لیے حرم نبویؐ کو نشانہ بنایا اور ۵ھ میں ایک غزوہ سے واپسی پر معمولی سی بات کا افسانہ بنا کر اپنی شیطنت اور فطری بدبختی کا ثبوت دیتے ہوئے نبوت کی عزت کے خلاف پروپیگنڈا شروع کیا تو اللہ تعالےٰ نے اسے اپنے انتخاب پر حملہ قرار دیا۔ اس طرح غیرتِ خداوندی جوش میں آگئی اور سورۂ نور میں قرآن کے پورے دو رکوع آپ کی براءت اور پاکدامنی کے بیان میں نازل فرمائے اور ان میں جہاں سیدہ عائشہؓ کی عظمت، عفت و پاکدامنی کو بیان فرمایا وہاں یہ منفی پروپیگنڈا کرنے والوں کو سخت ملعون اور شریر قرار دینے کے ساتھ ساتھ اس پروپیگنڈا سے وقتی طور پر تھوڑی دیر کے لیے بھی متاثر ہونے یا شک و تردد میں مبتلا ہونے والوں کو سخت الفاظ میں ملامت فرمائی۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ اسی لیے اکثر اپنی تقریروں میں فرمایا کرتے تھے کہ حضرت یوسف اور حضرت مریم علیہما السلام کے لیے

تو اللہ تعالیٰ معصوم بچوں کو نوتِ گویائی دے کر اُن کی صفائی دی ۔ لیکن اماں عائشہؓ کے لیے اللہ تعالیٰ کو خود گواہوں کے کٹہرے میں کھڑا ہونا پڑا ۔

اہل بیت کے مصداق اوّل

محترم حضرات ! سورۂ نور کی ان آیات کے علاوہ سورۂ احزاب کی کئی آیاتِ کریمہ بھی حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات کی عظمت و شان پر گواہ ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ ازواج مطہرات اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبردار، نماز و زکوٰۃ کی پابند، عفت و عصمت کی مثالی شاہکار، جاہلیت کی عادات سے پاک، قرآن کی تلاوت کرنے والی اور ہر قسم کی ناپاکی سے مبرا و منزا تھیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تو یہ ہے کہ اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا ۔ کہ اے نبی کے اہل بیت یعنی گھر والیو ! بیشک اللہ تو یہی چاہتے ہیں کہ تم سے ہر قسم کی ناپاکی کو دور کر دیں ۔ اور تمہیں پوری طرح پاک کر دیں " ۔ اب سوچنے کا مقام یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ازواج مطہرات کو پاک رکھنے اور ہر قسم کی رجس کو اُن سے دور رکھنے کا ارادہ فرما چکے ہیں تو دنیا کی کون سی طاقت اُن کی طرف ناپاکی کی نسبت کر سکتی ہے ۔ نیز آیت کے اس ٹکڑے سے معلوم ہوا کہ قرآن کی اصطلاح میں لفظ اہل بیت کی مصداق اوّل اور براہ راست مخاطب صرف اور صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہیں ۔

محترم حضرات ! اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ سلام اللہ و رضوانہ علیہا کا اللہ اور اللہ کے رسول کی نگاہ میں جو مقام ہے ۔ نیز اسلام اور اہل اسلام کے لیے آپؓ کی اَن گنت خدمات کا تذکرہ کرنے اور آپؓ کی سیرت کو بیان کرنے کے لیے بہت سے وقت کی ضرورت ہے ۔ مختصراً یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپؓ کا مقام بہت بلند ہے ۔ حضور علیہ السلام کی آپؓ سب سے چہیتی زوجہ محترمہ تھیں ۔ اسی لیے آپؐ نے فرمایا کہ " مجھے عائشہ کے بارے میں ایذا نہ دو کہ عائشہؓ میری واحد بیوی ہے جس کے بستر پر مجھ پر خدا کی وحی نازل ہوتی رہی ہے " ۔ قرآن کے فیصلے کے مطابق عائشہؓ تمام مومنوں کی ماں ہیں اور اور اسلامی تاریخ پر آپؓ کے وہ احسانات ہیں ۔ کہ ہمیں آپؓ کا شکرگزار ہونا چاہیے کہ دین کا ایک بہت بڑا حصہ آپؓ ہی کے ذریعہ ہم تک پہنچا ۔

محترم حضرات ! حقیقت یہ ہے کہ ہم سیدۂ کے احسانوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپؓ کا صحیح احترام اور آپ کے مقام کا صحیح تحفظ کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔

وما علینا الّا البلاغ

امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ

کا

ایک یادگار مضمون

مُرسلہ: عزیز الرحمان خورشید — بھیرہ

صیام رمضان / قیام رمضان
شبِ قدر / اعتکاف
حقیقتِ صوم نزولِ قرآن

(ترجمہ) اے مسلمانو! تم پر روزے اس طرح لکھے گئے، جس طرح تم سے پہلی امتوں اور قوموں پر اس سے پہلے لکھے گئے تھے تاکہ تقویٰ تم میں پیدا ہو۔ (بقرہ ۱۸۳)

ماہِ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اترا، جو لوگوں کے لئے سرتاپا ہدایت ہے، جو ہدایت و تمیزِ حق و باطل کی نشانی ہے، پس جو اس مہینے میں زندہ موجود رہے، وہ روزے رکھے اور جو مریض یا مسافر ہو وہ ان کے بدلے دوسرے دنوں میں پھر روزے رکھے، خدا آسانی چاہتا ہے، سختی نہیں چاہتا، تاکہ تم روزوں کی تعداد پوری کر سکو، اور روزے اس لئے فرض ہوئے تاکہ تم اس عطائے ہدایت پر خدا کی بڑائی بیان کرو، اور شکر بجا لاؤ۔ (بقرہ ۱۸۵)

مکے سے تین میل کی مسافت پر کوہِ حرا واقع ہے، آج سے تیرہ برس پہلے ایام رمضان میں جب سخت گرمی کے دن تھے اور شدتِ حرارت سے ریگستانِ بطحا کا ذرہ ذرہ تنور بن رہا تھا، اس کوہِ حرا کے ایک تیرہ و تاریک غار میں مادیاتِ عالم سے ایک کنارہ کش انسان سربزانو تھا،

وہ بھوکا تھا، لیکن بھوکا نہ تھا اس کے پاس کھانے کی وہ چیز تھی جس کو کھا کر پھر انسان کبھی بھوکا نہیں ہوتا، وہ پیاسا تھا لیکن پیاسا نہیں تھا، کہ اس کے پاس پینے کی وہ چیز تھی جس کو پی کر پھر انسان کبھی پیاسا نہیں ہوتا، وہ تین تین چار چار دن کھانا پینا چھوڑ دیتا تھا، اس کے جاں نثار بھی اس کی محبت میں کھانا چھوڑ دیتے تھے، لیکن وہ انہیں منع کرتا تھا کہ "تم میں کون میری طرح ہے، میں بھوکا ہوتا ہوں تو میرا آقا مجھ کو کھلاتا ہے، میں پیاسا ہوتا ہوں تو میرا آقا مجھ کو پلاتا ہے" (الحدیث صحیح)

کوہِ حرا کا مقدس عزلت نشین اس طرح بھوکا پیاسا سربزانو تھا کہ ایک نورِ بے کیف نے تیرہ و تار کو روشن کر دیا، وہ نورِ بے کیف کیا تھا؟ ہدایت و عرفان کا ایک آفتاب تھا جو مطلع حظیرۃ القدس سے طلوع ہو کر اس کے سینے میں غروب ہو گیا، فانہ نزلہ علیٰ قلبک (بقرہ ۹۷)

اور پھر اس کے سینے سے نکل کر تمام عالم کو اس کی شعاعوں نے روشن کر دیا،

وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین (انبیاء ۱۰۷)

وہ آفتاب جس کا مطلع حظیرۃ القدس تھا وہ آفتاب جس کا مغرب سینۂ نبوی تھا، وہ آفتاب جس نے عالم کو منور کیا، قرآن مجید تھا، جو ماہ مقدس کی شبِ مبارک میں آسمان سے زمین پر نازل ہونا شروع ہوا وہ کون سا ماہ مقدس تھا جس میں خدا کا کلام بندوں کو پہنچنا شروع ہوا، وہ ماہِ رمضان تھا۔

"رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن اترا، جو لوگوں کے لئے سرتاپا ہدایت ہے جو ہدایت و تمیزِ حق و باطل کی نشانی ہے،" (بقرہ ۱۸۵)

پس ان ایام میں ہماری بھوک، ہماری پیاس ہمارا مادیاتِ عالم سے اجتناب، اس یادگار میں ہے کہ ہم تک جو خدا کا پیغام لایا، وہ ان دنوں بھوکا اور پیاسا تھا اور وہ تمام لذائذ مادی سے مجتنب تھا،

"پس جو اس مہینے میں زندہ موجود ہو وہ روزے رکھے" (بقرہ)

یہ اس کا حال تھا جو کوہِ حرا کی چوٹی سے جلوہ گر ہوا تھا (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) لیکن وہ جو سینا سے آیا (موسیٰؑ) وہ بھی تورات لینے کے لئے جب پہاڑ پر چڑھا تو وہاں چالیس روز بدلی کے درمیان خداوند کے حضور رہا تھا،

(خروج ۱۹ ـ ۱۸)

اس طرح وہ بھی جو کوہِ سعیر (کوہ زیتون) سے طلوع ہوا تھا (مسیح علیہ السلام) اس سے پہلے کہ وہ خدا کی منادی شروع کرے، جنگل میں چالیس روز دن رات بھوکا رہا اور پیاسا رہا

(متی ۴ ـ ۲)

پس ضرور تھا کہ وہ جو کوہ فاران سے جلوہ گر ہونیوالا تھا وہ بھی اس سے پہلے کہ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ وہ آئے اور اس کے داہنے ہاتھ میں آتشیں شریعت ہو وہ خداوند کے حضور بھوکا اور پیاسا رہے تاکہ جو لکھا گیا ہے وہ پورا ہو،

"مسلمانو! تم پر روزہ اس طرح لکھا گیا ہے جس طرح تم سے پہلوں پر لکھا گیا تھا،

(بقرہ ۱۸۴)

پس رمضان کی حقیقت کیا ہے؟ وہ ماہِ مقدس جس میں داعیٔ اسلام حسب اتباع نوامیس نبوت، تحمل نزولِ قرآن کے لئے ضروریاتِ مادیہ عالم سے مستغنی رہا، اور اس لئے ضروری ہوا کہ پیروانِ ملت اسلامیہ اور متبعین طریقہ محمدیہ ان ایام میں ضروریات مادیہ عالم سے مستغنی رہیں، کہ اسی توفیق وہدایت کا شکریہ و ممنونیت اور اظہار اطاعت وعبادت ہو جو ان کو اس ماہ مقدس میں عطا ہوئی،

"ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اترا، جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے جو ہدایت و تمیز حق وباطل کی نشانی ہے، پس جو اس مہینے میں زندہ موجود ہو وہ روزے رکھے جو بیمار یا مسافر ہو وہ ان کے بدلے اور دنوں میں روزے رکھ لے، خدا تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے سختی نہیں چاہتا تاکہ تم روزوں کی تعداد پوری کر سکو اور روزے کیوں فرض ہوگئے اس لئے کہ تم خدا کی ہدایت پر اس کی بڑائی بیان کرو، اور شکر ادا کرو" (بقرہ ۱۸۵)

ہم کو صاف صاف بتادیا گیا کہ مفروضیت صیام رمضان صرف اس لئے ہے کہ ہم اس عطائے فرقان وہدیٰ (قرآن) پر خدا کا شکر بجالائیں اور اس کے نام کی تقدیس کریں،

پس کون مسلم ہے جو خدا کے اس احسان اکبر اور نعمت عظیمہ کے شکر کے لئے تیار نہیں؟ اور اس کی تقدیس کے لئے آمادہ نہیں؟ اس کی تقدیس وتمجید میں خود کو فراموش کرو، اس کے کلام کی عظمت کو یاد کرو جس نے تم جیسی زار ونزار کمزور قوم کو اپنی تسلی سے قوی کیا، جو پھر کبھی کمزور نہ ہوگی، جس نے ۱۳ سو برس ہوئے کہ توحید کی آگ تمہارے سینوں میں روشن کی، جو پھر کبھی نہیں بجھے گی، جس نے تمہارے سر پر تاج خیر الامم رکھا جو کبھی نہیں اتر سکتا،

وہ کون سی شب مبارک تھی جس میں خدا کا کلام روح پرور ایک انسان کے منہ میں ڈالا گیا، وہ لیلۃ القدر یعنی عزت وحرمت کی رات تھی وہ بے شک عزت وحرمت کی رات تھی، جو ہزار مہینے سے بہتر تھی کہ آسمان کی باتیں زمین والوں کو سنائیں، اور وہ امن وسلامتی کی رات تھی کہ اس میں دنیا کے لئے امن وسلامتی کا پیغام اترا،

"ہم نے قرآن کو عزت وحرمت والی رات میں نازل کیا اور ہاں تمہیں کس نے بتایا کہ عزت وحرمت والی رات کیا ہے؟ وہ رات جو ہزار مہینے سے بہتر ہے، جس میں ارواح مقدسہ اور فرشتے حکم خدا سے احکام لیکر نازل ہوتے ہیں، اس رات میں طلوع صبح تک سلامتی ہے" (سورۃ قدر انا ۵)

وہ شب کیا عجب شب تھی، دنیا تاریکی میں مبتلا تھی، دیو باطل کا تمام عالم پر استیلا تھا توحید کا چہرہ نورانی کفر وشرک کی ظلمت میں محجوب تھا، نیکیاں بدیوں سے شکست کھا چلی تھیں، دنیا کی تمام متمدن اور زبردست قومیں قوت الٰہی سے بغاوت کر چکی تھیں ایک نحیف وضعیف قوم بحر احمر کے کنارے کے ریگستانوں پر غفلت وجہالت کے بستروں پر پڑی سو رہی تھی لیکن اس ظلمت کدہ عالم میں صرف ایک گوشہ تھا جو روشن تھا، وہ گوشہ غار حرا کا گوشہ، اس بغاوت طغیان عالم میں ایک شئی تھی جو قوت الٰہی کے آگے اطاعت وتسلیم کے ساتھ سربسجود تھی، وہ عزلت نشین حرا کی جبین مبارک تھی اور ایک ہی قلب تھا جو بیدار تھا اور وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب اقدس تھا،

یہ کیا عجیب وغریب شب تھی جب قوموں کی قسمت کا فیصلہ ہو رہا تھا جب جابرہ عالم کی تنبیہ وتادیب کے لئے ایک نحیف وکمزور قوم کا انتخاب ہو رہا تھا، جب نیکیوں کا لشکر دوبارہ مقابلے کے لئے آراستہ کیا جا رہا تھا، اور اس کی سرعسکری کے لئے وہ وجود اقدس منتخب ہو رہا تھا، جو حرا کے غیر مصنوع حجرے میں بیدار اور سربسجود تھا اور رحمت کے محافظ فرشتے اس کے اردگرد شب باش تھے،

"ہم نے اس کتاب مبین کو ایک مبارک شب میں اتارا، کہ ہمیں انسانوں کو ڈرانا تھا، وہ مبارک شب جس میں پُر از حکمت امور کا ہمارے حکم سے فیصلہ کیا جاتا ہے، انسانوں کے پاس اپنی رحمت سے ایک رہنما بھیجنا تھا، کیونکہ ہم پکارنے والوں کی دعائیں سنتے ہیں اور دنیا کے ذرے ذرے کا حال جانتے ہیں"

(الدخان ۱ تا ۶)

پس یہ وہ شب ہے جس میں اقوام عالم کی قسمتوں کا فیصلہ ہوا، وہ شب ہے جس میں برکات ربانی کی ہم پر سب سے پہلی بارش ہوئی، یہ وہ شب ہے جب اس سینے میں جو خزینۂ نبوت تھا، کلام الٰہی کے اسرار سب سے پہلے منکشف ہوئے، اور رحمت ہائے آسمانی نے زمین میں نزول کیا، پس ہر مسلم کا فرض ہے کہ وہ اس لیلۂ مبارکہ میں رحمتوں کا طالب ہو، اور اس رحمٰن و رحیم ہستی کے آگے سرِ نیاز خم کرے، جبینِ پُر عاصی کو زمین پر بعجز و خاکساری سے رکھے، اور بہ صد خضوع و خشوع دست تضرع دراز کرے کہ خدایا!

"رسول، جو کچھ اس پر نازل ہوا، اس پر ایمان لایا، اور اہل ایمان بھی ایمان لائے سب خدا پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر ایمان لائے، اور پکار اٹھے پروردگار تیری باتیں سنیں، تیری اطاعت کا عہد کیا، اب تیری مغفرت کے طالب ہیں اور تو ہی ہمارا مرجع ہے، کسی کو تو اس کی قوت سے زیادہ حکم نہیں دیتا اور خیر و شر سب انسان کی کمائی ہے، پس اے پروردگار اگر ہم سے بھول ہو یا کوئی خطا ہو تو مواخذہ نہ کر، پروردگار پہلوں کی طرح ہم پر بار گراں ڈالنا، پروردگار ہماری طاقت سے زیادہ ہم کو بوجھ نہ دے، ہمیں معاف کر، ہمارے گناہ بخش، ہم پر اے ہمارے آقا رحم فرما، اور کفار پر ہمیں غلبہ نصیب کر"

(البقرہ ۲۸۵، ۲۸۶)

مسلمان ان ایام میں مساجد کے گوشوں میں عزلت نشین (معتکف) ہوتے ہیں کہ غارِ حرا کا گوشہ نشین بھی ان دنوں عزلت نشین تھا، مسلمان ایام اعتکاف میں اس متکلم ازلی کے سوا جو ان راتوں میں معتکفِ حرا سے گویا ہوا تھا کسی سے نہیں بولتے کہ ایسا اس نے بھی کیا تھا، جس کے منہ میں اس متکلم ازلی نے اپنی بولی ڈالی جب وہ حرا کے ایک گوشے میں سر بزانو معتکف تھا۔

پس ہر مسلم آبادی میں چند نفوس مسلم کے لئے ضروری ہے کہ اواخر عشرۂ رمضان میں مسجد کے ایک گوشے میں شب و روز محویت اتباع نبوی، تلاوت کلام عزیز، تفکر خلق سماوات و ارض، ذکر نعم الٰہی، تذکر اسمائے حسنیٰ، اور تحیت و تسلیم و ادائے صلوات میں اس طرح بسر کریں کہ ان اوقات محدودہ کا کوئی لمحہ تذکر و تفکر سے خالی نہ ہو، تاکہ ان اشخاص مقدسہ کا جلوہ اس کی آنکھوں میں پھر جائے

"جو ہمیشہ اٹھتے بیٹھتے، لیٹتے خدا کو یاد کرتے ہیں" (آل عمران ۱۹۱)

"وہ جو قرآن کی آیتیں جب ان کو یاد دلائی جاتی ہیں تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور خضوع و خشوع کے ساتھ اپنے رب کی حمد و ثنا کرتے ہیں، ان کے پہلو راتوں کو بستر سے الگ رہتے ہیں اور وہ امید و بیم کے ساتھ خدا سے دعائیں کرتے ہیں"

(سورہ سجدہ ۱۵/۱۶)

جن کو خرید و فروخت وغیرہ دنیاوی اشغال ذکر خدا سے غافل نہیں کرتے، اسماعیل و ابراہیم علیہما السلام کی سب سے پہلی مسجد جن اغراض کے لئے تعمیر ہوئی ان میں ایک غرض یہ بھی تھی کہ وہ عبادت گذاروں کا مسکن ہو"

"ہم نے ابراہیم و اسماعیل سے عہد لیا کہ وہ میرے گھر کو طواف، اعتکاف، رکوع اور سجود کرنے والوں کے لئے پاک رکھیں"

(البقرہ ۱۲۵)

پس اے فرزندانِ ابراہیمؑ و اسماعیلؑ، اپنے باپ کے عہد کو یاد کرو، اور جس گھر کو رکوع و سجود کے لئے پاک رکھتے ہو اسے اعتکاف کے لئے بھی پاک رکھو! کہ تمہارے باپ ابراہیم و اسماعیل کا عہد خداوند کے حضور جھوٹا نہ ہو"

کیا عجیب وہ جوش محویت ہے جب مسلمان دن بھر کی بھوک اور پیاس کے بعد رات کو خدا کی یاد کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں، اللہ اللہ، وہ تکلیف جو راحت قلبی کا باعث ہو، معتکف حرا بھی اسی طرح خدا کی ہدایت کا شکر بجا لاتے"

پس شب کو جب عالم سنسان ہے اور دنیا کا ذرہ ذرہ خاموش اور محو خواب شیریں ہے"

آؤ شیفتگانِ سنت محمدیہ کہ ماہ مقدس آیا، ہم اپنے بستروں کو خالی کر دیں، خدا کی تقدیس میں مشغول ہوں اور اس

کی حمد و ثنا کریں، جس نے اس ظلمت کدہ
عالم میں صرف ہمکو ایک ایسا چراغ بخشا
جس سے ہمارے قلوب منور ہو گئے،
تقدیس ہو حکومت و شہنشاہی والے کی،
تقدیس ہو عزت و عظمت و ہیبت، قدرت،
کبریائی، اور جبروت والے کی، تقدیس ہو اس
زندہ و جاوید بادشاہ کی جو نہ کبھی سوتا ہے اور
نہ کبھی مرتا ہے، پاک، قدوس، ہمارا آقا اور
تمام فرشتوں اور روحوں کا آقا،،
ماہ صیام کی اصل حقیقت نزولِ قرآن کی یادگار
و تذکار، اور حامل قرآن علیہ السلام کے اسوۂ
حسنہ اور سنت مستحسنہ کی اتباع و تقلید ہے
کہ ان ایام میں آپ اس طرح غار حرا میں قیام
فرماتے اور اس اثنائے ایام میں وہ نامۂ خیر و
برکت اور دستور ہدایت و قرآن ہمیں عنایت
ہوا، جس سے ہم نے جسم کی زندگی اور روح
کی تسلی پائی،، پس یہ یوم اکبر یعنی نزول قرآن
جو لیلۃ القدر ہے اسلام کی عید اکبر ہے اور
حق ہے کہ تمام بندگانِ اسلام اور شیفتگان
اسوۂ محمدیہ ان ایام مقدسہ میں وہ زندگی
بسر کریں، جو قرآن کا مطلوب اور حامل قرآن
کا نمونہ ہیں، قرآن مجید نے حکم صیام کے موقع
پر جیسا کہ آیات میں مذکور ہے، ہم کو صوم
کے تین نتائج کی اطلاع دی ہے،
،، تاکہ تم متقی ہو ،، تاکہ تم اس عطائے ہدایت
پر خدا کی تکبیر و تقدیس کرو،
تاکہ تم اس نزول خیر و برکت اور اس عطائے
فرقان پر خدا کا شکر بجالاؤ
اس سے ثابت ہوا کہ صوم کی حقیقت تین
اجزا سے مرکب ہے،، اتقاء، تکبیر و تقدیس
حمد و شکر،،

پس جس طرح حقیقت مرکبہ کا عین اجزاء
کا وجود ہے، کہ بغیر وجود اجزاء حقیقت معدوم
اسی طرح صوم بغیر وجود اجزائے ثلاثہ
معدوم و مفقود ہے، اعمال انسانیہ کا
وجود ان کے نتائج و آثار کا وجود ہے، اگر
نتائج و آثار وجود پذیر نہ ہوئے تو یہ نہ کہو کہ ان
اعمال کا وجود تھا، اگر ہم دوڑتے ہیں کہ
مسافت قطع اور منزل قریب ہو، لیکن
ہم بھٹک کر دوسرے راستے پر پڑ جاتے
ہیں جس سے ہماری مسافت دور تر اور
منزل بعید تر ہوتی جاتی ہے، تو ہماری سعی
لاحاصل اور ہماری تگاپو عبث ہے اگر ایک
طبیب اپنے مریض کے لئے دوا تجویز کرتا
ہے لیکن جس فائدے کے مترتب ہونے
کی امید کرتا ہے وہ مترتب نہیں ہوتا
تو یہ نہ سمجھو کہ طبیب نے دوا تجویز
کی اور نہ کہو کہ مریض نے دوا کھائی،
پس صیام جو ہمارا علاج روحانی ہے اگر
اس سے شفائے روحانی حاصل نہ ہو تو
حقیقت میں وہ صیام نہیں فاقہ ہے
اور ایسے صائم اور روزے دار جن کے
صوم میں اتقاء، تقدیس، اور شکر کے عناصر
ثلاثہ نہیں، وہ فاقہ کش ہیں جن کی تشنگی
اور گرسنگی ایک پھول ہے جس میں رنگ
و بو نہیں، ایک گوہر ہے جس میں روح
نہیں، اور کون نہیں جانتا کہ ایک کلی،
بے رنگ و بو، ایک گوہر بے آب، ایک
آئینہ بے جوہر، ایک جسم بے روح،
بے حقیقت ہستیاں ہیں، جن کی کوئی
قدر و قیمت نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے اسی نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے

جہاں فرمایا ہے کہ ؎
کتنے روزے دار ہیں، جنکو روزے سے بجز
گرسنگی، کچھ حاصل نہیں، اور کتنے تہجد گذار
ہیں، جن کی نماز تہجد سے بیداری کے سوا
کچھ فائدہ نہیں ——— (ابن ماجہ)
یہ کون لوگ ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کے جسم
نے روزہ رکھا، لیکن دل نے روزہ نہیں
رکھا، ان کی زبان پیاسی تھی، لیکن دل پیاسا
نہ تھا، پس رحمت کا کوثر ان کے لئے نہیں
کہ پیاسے نہ تھے،،
ہماری تقسیماتِ اوقات زندگی کی سب سے
بڑی اور طویل ترین تقسیم خود ہماری عمر اور سب سے
مختصر لحظہ ہے، ہمارے لئے ہر ایمان باللہ
بما جاء الرسول، ہر روز پانچ بار سجدہ نیاز،
ہر ہفتہ نماز جمعہ، ہر سال صیام رمضان
و زکوٰۃ اور عمر میں ایک بار زیارت مسجد خلیلی
و ادائے نماز ابراہیمی فرض ہے
ہمارے سالانہ دو فرض ہیں، ایک جسمانی
اور ایک مالی، فریضۂ مالی (زکوٰۃ) محدود
باوقات مخصوصہ نہیں ہے، لیکن ہمارا فریضہ
جسمانی محدود باوقات ہے کہ پہلے سے خدا
کی مسکین مخلوق ہر ساعت اور ہر حالت میں
متمتع ہوتی رہے، اور دوسرے سے وہ عام
یک رنگی اور اظہار اجتماع و وحدت قلوب
و اجسام مقصود رہے جو ہر روز مساجد میں اور
ہر سال ہر شہر کے کوچہ و بازار اور گھروں میں
اور عمر میں ایک بار کوہ فاران کے دامن میں
نظر آتی ہے، پس ہمارے سال کا ایک
مہینہ ہماری زندگی کا ایک ایسا حصہ ہونا
چاہئے کہ جو تنزہ جسم اور طہارت قلب کا
کامل نمونہ ہو، تاکہ ہمارا کامل سال منزہ

اور طاہر ہو، اور اسی طرح ہماری کامل زندگی
منزہ اور طاہر ہو۔ اسی لئے آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"جس نے روزے ایمان واحتساب
(نیکی) کے ساتھ رکھے اس کے اگلے گناہ
معاف ہوگئے" (بخاری)

گناہوں کی معافی اور مغفرت کا حصول تمام
اعمال انسانیہ کا مقصود وحید اور تمام
نیکیوں اور برکتوں کا اساس کار ہے"
لیکن کیا جس نے حصول مغفرت اور گناہوں
کی معافی کی امید دلائی کیا اس نے یہ نہیں
بتایا کہ وہ مشروط بایمان واحتساب ہے؟
ایمان واحتساب کیا شے ہے؟ حقیقت
صوم کے وہی عناصر ثلاثہ ہیں جن کی طرف
کتاب عزیز نے اشارہ کیا ہے، یعنی اتقاء
، تقدیس وتکبیر، حمد وشکر، اتقاء کے
لغوی معنی کسی چیز سے بچنے کے ہیں، لیکن
اسلام کی اصطلاح میں "اتقاء" کے
کیا معنی ہیں؟ تمام دنیاوی آلائشوں
تمام انسانی کمزوریوں، تمام جسمانی خواہشوں
اور تمام نفسانی نجاستوں سے جسم وروح
کا محفوظ رکھنا، یہی حقیقت وماہیت
صوم ہے، جس کے ساتھ ساتھ دل سے
تقدیس وتکبیر کی صدائے غیر محسوس اور
زبان سے حمد وشکر کی آواز جہر بلند ہونی
چاہیئے، تاکہ معتکف حرا کے اسوۂ حسنہ کا
کامل اتباع ہو،

تم سمجھتے ہو کہ آلودگی گناہ، آلائش
ہوی، اور ارتکاب عصیان ونجاسات
نفسانی ناقض صوم نہیں، "ممکن ہے کہ
جسم کا روزہ نہ ٹوٹتا ہو لیکن دل کا روزہ
تو ضرور ٹوٹ جاتا ہے اور جب دل کا روزہ
ٹوٹا تو جسم میں کیا رکھا ہے"

"روزے دار صبح وشام تک عبادت
خدا میں ہے جب تک کسی کی برائی نہ
کرے، اور جب وہ برائی کرتا ہے
تو اپنے روزے کو پھاڑ ڈالتا ہے"
(دیلمی)

تم سمجھتے ہو کہ بغاوت نفس، اطاعت
ہوی، اور عمل شر منافی صوم نہیں!
لیکن میں تمہیں سچا سمجھوں یا اس کو
(یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو) جو
کہتا ہے کہ۔

"روزہ کھانے پینے سے پرہیز کا نام
نہیں ہے بلکہ لغو وعمل شر سے پرہیز کا
نام ہے" (مستدرک، بیہقی فی السنن)

کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ قول زور، عمل بد، اور
طغیان قلب مضر صحت صوم نہیں؟
لیکن میں کیا کروں کہ مخبر صادق کی وہ
آواز سنتا ہوں، جس کی میں تکذیب نہیں
کرسکتا

"جو حالت صوم میں کذب وزور اور
جہالت کے کام کو نہیں چھوڑتا، اس کے
لئے بے کار ہے کہ اپنا کھانا پینا چھوڑے"
(بخاری شریف)

پس اچھی طرح سمجھ لو کہ صوم کی حقیقت
کیا ہے؟ وہ ایک حالت ملکوتی کے ظہور
کا نام ہے، صائم کا جسم انسان ہوتا
ہے، لیکن اس کی روح فرشتوں کی
زندگی بسر کرتی ہے، جو نہ کھاتے ہیں،
نہ پیتے ہیں، وہ تمام مادیات عالم سے
پاک اور ضروریات دنیاوی سے منزہ
ہیں، ان کی زندگی کا فقط ایک مقصد
ہوتا ہے، اطاعت امر الہی، اس لئے
صائم نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے، وہ مادیات
سے پاک اور ضروریات دنیاوی سے منزہ
رہنے کی جہاں تک اس کی خلقت وفطرت
اجازت دیتی ہے کوشش کرتا ہے
صائم مجسم نیکی ہے، وہ کسی کی غیبت
نہیں کرتا، وہ کسی کو برا نہیں کہتا، وہ کسی
سے جہالت نہیں کرتا، وہ بدی کا بدلہ نیکی
سے دیتا ہے، وہ اس کا امتثال امر کرتا ہے
جو وہ کہتا ہے (یعنی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم)

"تم میں سے جب کسی کے روزے کا
دن ہو تو نہ بدی کرے، نہ شور وغل
کرے، اگر کوئی اسے برا کہے، یا اس
سے آمادۂ شمشیر زنی ہو تو کہہ دے
کہ میں روزے سے ہوں" (بخاری)

اللہ اکبر، وہ ہستیاں کہاں ہیں؟
جو تلوار کا وار روزے کی سپر پر روکتی
ہیں؟ روزہ سپر ہے، بے شبہ سپر ہے
وہ آخرت میں جہنم کے حملہ سے بچاتا ہے
اور دنیا میں بغاوت نفس سے بچاتا ہے
طغیان ہونے سے بچاتا ہے، اور خبث
عمل سے بچاتا ہے، کیونکہ روزے کی جزاء
خود خدا ہے اور وہ خیر محض اور نیکی خالص
ہے "۔۔۔ حدیث قدسی ہے" خدا نے
فرمایا، کہ انسان کا تمام عمل اس کے لئے
، لیکن روزہ میرے لئے ہے، میں اسکی جزا
ہوں، اور روزہ سپر ہے" (بخاری)
پس مبارک ہے وہ جو اس سپر کو لیکر کارزار
اعمال میں آتا ہے کہ وہ حملہ نفس سے زخمی
نہ ہوگا، "مبارک ہے وہ جو ان ایام میں
بھوکا رہتا ہے کہ وہ آسودہ ہوگا، مبارک ہے وہ جو ان ایام میں پیاسا رہتا ہے کہ وہ سیراب ہوگا

طاعات و عبادات کی بہار

جناب علی میاں کے قلم گوہر بار سے مع اضافہ

رمضان المبارک جس طرح قرآن کی سالگرہ رحمتوں اور برکات و تجلیات کا مہینہ ہے طاعات و عبادات کی بہار کا زمانہ ہے اور روحانیت کا جشن عام ہے، اسی طرح عابدین عشاق اور عالی ہمت خاصان خدا کی دلی مراد بر آنے کا موسم اور ان کا محبوب ترین مہینہ ہے، جس کے لئے وہ سال بھر دن گنتے رہتے ہیں، اولیائے متقدمین کا ذکر نہیں بعض قریب العہد بزرگوں کے متعلق سنا گیا ہے کہ عید کا چاند دیکھتے ہی آنیوالے رمضان کا انتظار شروع ہوجاتا تھا،

رمضان المبارک آتے ہی ان میں ایک نیا جوش و ولولہ، اور ایک نئی نشاط و امنگ پیدا ہوجاتی تھی، اور وہ بھی زبان حال سے یوں گویا ہوتے تھے ؏

ھذا الذی کانت الایام تنتظر
فلیوف للہ اقوام بما نذروا

اور کبھی کیف و سرور میں آکر یوں گنگنانے لگتے تھے ؏

پلا ساقیا وہ مئے دل فروز
کہ آتی نہیں فصل گل روز روز

رمضان المبارک کے آتے ہی دینی و روحانی مرکزوں اور خانقاہوں کی فضا بدل جاتی تھی ان لوگوں کے علاوہ جو وہاں قیام پذیر ہوتے تھے، شیخ و مرشد سے بیعت و عقیدت کا تعلق رکھنے والے دور دور سے اس طرح کھینچ کھینچ کر چلے آتے تھے جیسے آہن پارے مقناطیس کی طرف اور پروانے شمع کی طرف آجاتے ہیں، یہ روحانی مرکز تلاوت اور نوافل و عبادات سے اس طرح معمور ہوجاتے کہ گویا دن میں اس کے سوا اور رمضان کے بعد پھر کوئی رمضان آنے والا نہیں، ہر شخص دوسرے شخص سے بڑھ جانے کی کوشش کرتا اور رمضان کے ہر دن کو صرف رمضان ہی کا نہیں اپنی زندگی کا آخری دن سمجھتا ہے اور خواجہ میر درد کے اس شعر کی سچی اور عملی تصویر بن جاتا ہے ؏

ساقیا یاں لگ رہا ہے چل چلاؤ
جس قدر بس چل سکے ساغر چلے

جو خدا کا بندہ تھوڑی سی دیر کے لئے اس ماحول میں آجاتا، وہ دنیا و ما فیہا سے بے خبر ہوجاتا، افسردہ طبیعتوں میں نئی گرمی، بلکہ سرگرمی، پست ہمتوں میں عالی ہمتی، اور اولوالعزمی بلکہ مردہ دلوں میں زندہ دلی اور بلند پروازی پیدا ہوجاتی، بجلی کا ایک کرنٹ تھا، جو دلوں سے دلوں کی طرف پہنچ جاتا اور مردہ جسموں میں ایک بجلی سی پیدا کر دیتا،

جو شخص اس روحانی و ملکوتی فضاء کو دیکھتا اس کا قلب شہادت دیتا کہ جب تک خدا طلبی کا یہ ہنگامہ برپا ہے اور دین و روحانیت کے شمع کے پروانوں کا ہجوم ہے، اور ہر قسم کے دنیوی اغراض اور نفس پرستی و دنیا طلبی سے بالاتر ہوکر خدا کو راضی کرنے اور اپنی آخرت کو بنانے کے لئے اتنے آدمی کسی جگہ جمع ہیں، دنیا تباہ نہ ہوگی، اور زندگی کی اس لباط کو تہ کرنے کا فیصلہ نہیں کیا جائیگا، اس وقت وہ بے اختیار خواجہ حافظ کے الفاظ میں اس طرح گویا ہوجاتا تھا۔ ؏

از صد سخن پیرم یک نکتہ مرا یاد است
عالم نشود ویراں تا میکدہ آباد است

افسوس ہے کہ آٹھویں صدی میں سلطان المشائخ محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدینؒ اولیاء کی خانقاہ غیاث پور (دہلی) اور تیرھویں صدی میں حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کی خانقاہ مظہریہ واقع چتلی قبر (دہلی) کے رمضان المبارک کا آنکھوں دیکھا حال

کسی مؤرخ نے نہیں لکھا اور وہاں ذکر و تلاوت کی سرگرمی، شب بیداری، اور وہاں کا نظام الاوقات کسی کتاب میں تفصیل سے نہیں ملتا، لیکن فوائد الفوائد، سیر الاولیا اور درالمعارف میں اس کی کچھ جھلکیاں نظر آتی ہیں، جو شخص ان خانقاہوں کے شب و روز اور ان مشائخ کے ذوق و شوق اور ساز و سوز سے واقف ہے وہ ان نقطوں سے پوری تحریر اور ان نامکمل خطوط سے پوری تصویر تیار کر سکتا ہے۔ کہ ع

قیاس کن زگلستانِ من بہارِ مرا

لیکن خانقاہوں اور روحانی مرکزوں کے حصے میں ان خانقاہوں کی وراثت اور جن علماء و مشائخ کے حصے میں ان بزرگانِ سلف اور مشائخ پیشین کی نیابت و خلافت آئی، انہوں نے ان مناظر کو تازہ و زندہ کر دیا، اور تاریخ نے ان کے عہد میں اپنے آپ کو دہرا دیا، وہ لوگ تو خال خال ہونگے جنہوں نے گنگوہ میں قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے زمانہ میں رمضان شریف کی بہار دیکھی ہے، لیکن وہ لوگ بکثرت موجود ہیں جنہوں نے گنگوہ کے دور کے بعد شیخ وقت حضرت شاہ عبدالرحیم رائپوری کے دور میں رائے پور میں، اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے دور میں تھانہ بھون میں رمضان کی بہار دیکھی ہے اور جس وقت وہ اس زمانے کو یاد کرتے ہیں ان کے دل پر ایک چوٹ لگتی ہے

ہمارے علم میں اس اخیر دور میں جس نے اسلاف کی اس سنت دیرینہ کو زندہ کیا اور اس کو نئی آب و تاب بخشی وہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کی ذات بابرکات تھی، انہوں نے اپنے مخصوص طالبین و مخلصین کی درخواست پر کسی ایک جگہ قیام کر کے رمضان المبارک گذارنے کا معمول بنا لیا، اور اطراف و اکناف بلکہ ملک کے دور دراز گوشوں سے منتسبین اور ارادت مند پروانہ وار جمع ہونے لگے، حضرت نے ایک عرصہ تک سلہٹ میں رمضان المبارک گذارا، پھر کئی سال بانسکنڈی (بنگال) میں رمضان گذارا ایک دو سال اپنے وطن مالوف الٰہداد پور متصل ٹانڈہ ضلع فیض آباد خاص اپنے دولت خانے پر رمضان المبارک گذارا ان سب مقامات پر سینکڑوں کی تعداد میں مریدین و خدام اور اس ماہ مبارک کے قدر دان، جمع ہوتے تھے آپ کے مہمان ہوتے، آپ ہی ان مقامات پر قرآن شریف سناتے، لوگ ذکر و شغل، تلاوت و عبادات میں پوری سرگرمی سے مشغول رہتے خدام کو بڑی کیفیات و ترقیات محسوس ہوئیں اور وہ عرصے تک مزے لیکر ان پر کیف و پر سرور ساعتوں کا ذکر کرتے،

مرشدنا حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائپوری کے یہاں بھی رمضان کا غیر معمولی اہتمام تھا، تقسیم سے پہلے پنجاب کے اہل تعلق جن میں ایک بڑی تعداد علماء و اہل مدارس اور صاحب اجازت مشائخ کی ہوتی تھی شعبان کی آخری تاریخوں میں رمضان گذارنے کے لئے رائپور آجاتے اور پھر پوری یکسوئی اور انہماک کے ساتھ دنیا و مافیہا سے بےخبر ہو کر دنیا سے الگ تھلگ اس گاؤں میں جس کو شہرت ملانے والی کوئی پختہ سڑک بھی نہیں اور نہ کوئی ریلوے اسٹیشن قریب ہے اس مبارک مہینہ کو وصول کرنے میں مشغول ہو جاتے، اور عید کی نماز پڑھ کر ہی یہاں سے تشریف لے جاتے،

رائپور کے علاوہ بہٹ ہاؤس (سہارنپور) لاہور، گھوڑا گلی، خالصہ کالج، لائل پور میں بھی اس دھوم کے ساتھ رمضان گذرے کہ سینکڑوں خدام اور اہل تعلق کا مجمع تھا اور ذکر و تلاوت اور مجاہدہ کا زور شور،

اس سنت کا تسلسل و استمرار بلکہ اس کی ترقی و توسیع اس شخصیت کے حصے میں آئی جس کے ہاتھوں سے اپنے اسلاف و شیوخ اور اساتذہ و مربیوں کے بہت کارناموں کی حفاظت، بہت سی تصنیفات کی اشاعت اور بہت سی نا تمام چیزوں کی تکمیل مقدر ہو چکی تھی، ہمارے مخدوم حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم نے مخلصین و طالبین کے ہجوم کی وجہ سے (جو خصوصاً رائپور، تھانہ بھون کے خالی ہو جانے اور مولانا مدنیؒ کی وفات کی وجہ سے تربیت و سرپرستی کے محتاج اور یکسوئی کے ساتھ کہیں رمضان گذارنے کے مشتاق تھے)

سنہ ۱۳۸۵ھ سے سہارنپور میں دار الطلبہ جدید مدرسہ مظاہر العلوم کی وسیع مسجد میں پورے مہینے کے اعتکاف کا معمول بنا لیا۔ اور طالبین و اہل تعلق نے پروانہ وار اس جگہ کا رخ کیا مقیمین و معتکفین کی تعداد بھی بتدریج بڑھتی چلی گئی،

رمضان المبارک کے مختلف اوقات میں آنے جانے والوں کی تعداد کے علاوہ سینکڑوں

کی تعداد میں صرف معتکف ہوتے ہیں، ہند و پاک کے علاوہ ترکی، جنوبی افریقہ اور انگلستان سے بھی اہلِ تعلق رمضان گذارنے حضرت والا کی خدمت میں آتے ہیں یہ سب آنے والے شیخ کے مہمان ہوتے ہیں ان مختلف الاوطان، مختلف المزاج اور مختلف حیثیتوں کے مہمانوں کی مہمان نوازی اور ان کی خدمت بڑا نازک و دشوار کام ہوتا ہے مگر حضرت کے خدام آنے والے مہمانوں کی خدمت پوری مستعدی، بیدار مغزی اور جفاکشی سے کرتے ہیں، اس طرح پورا رمضان کا مہینہ یہ رونقیں دوبالا رہتی ہیں

داس سال اہل پاکستان کی خوش قسمتی کہ حضرت شیخ نے عرصہ دراز کی درخواستیں منظور فرمائیں اور آپ فیصل آباد تشریف لائے،

سچ ہے کہ شمع جہاں بھی ہو پروانے وہاں پہنچ جاتے ہیں، شیخ جب سہارن پور تھے تو افریقہ، انگلستان اور دیگر ممالک کے خدام وہاں پہنچے اور اب جب پاکستان تشریف لائے تو خدام یہاں آ گئے

ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء"

خطۂ پنجاب میں معروف دینی و روحانی مرکز دجس کے بانی حضرت قیوم زمان شیخ المشائخ مولانا احمد خاں صاحبؒ تھے، خانقاہ سراجیہ مجددیہ کندیاں ضلع میانوالی میں بھی رمضان المبارک کی رونقیں قابل دید ہوتی ہیں، اس خانقاہ میں بھی قرب و جوار کے لوگوں کے علاوہ تین چار صد کے قریب دور دراز کے مہمان پورا رمضان قیام کرتے ہیں اور آخری عشرہ میں اس تعداد میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے

امام الہند مولانا آزادؒ کیا خوب فرماتے ہیں :-

دیکھا عجیب وہ جوش محویت ہے جب مسلمان دن بھر کی بھوک و پیاس کے بعد رات کو خدا کی یاد کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں)

زوجہ مطہرہ اہل بیت پاک

سیدہ امِّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ملک شیخین صابر (علیگ)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چار میں سے تین صاحبزادیوں سیدہ زینب رضؓ سیدہ رقیہ رضؓ اور سیدہ ام کلثوم رضؓ کا نکاح بنوامیہ میں کیا اور دوسری طرف بنوامیہ کے سردار ابوسفیان کی بیٹی - سیدہ ام حبیبہ رضؓ سے نکاح فرما کر بنوامیہ کے ساتھ رشتہ داری کے نہایت قریبی تعلقات قائم فرمائے،

مولانا شبلی نعمانی یورپ کی اسلام دشمنی کی سازشوں کو بے نقاب کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں

یورپ کے اس نئے دور میں علم کلام کا مرکز فلسفہ سے ہٹ کر تاریخ کی جانب منتقل ہو گیا ہے ..... اس سے ان کا منشاء یہ ہے کہ وہ اپنی نسلی و قومی برتری کا اعلان کریں اور اپنے مقابلے میں اپنی محکوم قوموں کی تاریخ و تمدن کے چہرے پر نئے طور سے ایسی سیاہی پھیر دیں کہ انہیں اپنے اسلاف سے آپ نفرت ہونے لگے اور اہل یورپ کے سامنے انکو اپنے مذہبی، تمدنی، و سیاسی کارنامے پھیکے نظر آنے لگیں، اس طرح ان کا مذہب جو تمام تحریکات کی روح ہے ہمیشہ کے لئے مردہ ہو جائے،،

دشمنوں کی جس تکنیک کا ذکر مولانا شبلی نعمانی نے کیا ہے وہ دشمنان دین و ملت شروع ہی سے مسلمانوں کے خلاف استعمال کرتے رہے ہیں خطیب ابو بکرؒ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ :-

،، جو لوگ صحابہؓ کی تنقیص کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جنکا مقصد رسول اللہ کی تنقیص ہے، مگر اسکی جرأت نہ ہوئی تو آپکے صحابہ کی برائی کرنے لگے تاکہ لوگ سمجھ لیں کہ معاذ اللہ رسول اللہ خود برے آدمی تھے اگر وہ اچھے ہوتے تو انکے صحابہ بھی صالحین ہوتے ،،

(الصارم المسلول، ابن تیمیہؒ)

ظاہر ہے کہ

اے اہل نظر!

الوہیت الٰہی نبوت محمدیہ، قرآن عظیم، خلفائے ثلاثہ اور اہل بیت نبی ازواج مطہرات کے نقاب پوش کینہ دوز دشمن رسول اللہ کے خسر محترم اور بہادر سپہ سالار آنحضورؐ کے معتمد صحابی اور مستقل گورنر نجران، غازی طائف و حنین، مجاہد یرموک عراق، ایران، شام کے فاتح، قاتل المشرکین والمنافقین، والسبائین خلفائے بنوامیہ کے جد امجد سیدنا ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور انکے خاندان کو کب بخش سکتے ہیں،

آئیے اب خوشدامن رسول سیدہ ہندہ رضؓ مجاہدہ کی سیرت مبارکہ پر ایک نظر ڈالتے چلیے،

عجمی مورخین کے تعصب، بغض، حسد انتقام، جھوٹ اور تہمت کے فوج در فوج ہجوم میں عرب و عجم کے عظیم خلفائے بنوامیہ کے جد امجد اور سرور کائنات کے صہر محترم سیدنا ابوسفیان رضؓ اور خوشدامن رسول سیدہ ہندہ رضؓ مجاہدہ اور انکے خاندان اور قبیلہ کی سیرت کی سچی تصویر کشی جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہے اس کے لئے شہباز کی نظر اور چیتے کا جگر چاہئے، کیونکہ بدقسمتی سے قلم صدیوں تک دشمن کے ہاتھ میں رہا ہے اور انہوں نے چاروں طرف جھوٹ کذب و افتراء کے کانٹوں کا جال بچھا رکھا ہے انہوں نے مذہبی جنون، تسلسل اور تکرار سے جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ بنانے کی مہم صدیوں سے جاری کر رکھی ہے اقبالؒ نے سچ کہا ہے

جہاں بانی سے مشکل تر ہے کار جہاں بینی

جگر خون ہو تو ہوتی ہے نظر پیدا۔
سرور کائنات ﷺ کی خوشنودی حاصل کرو اور ہماری تمہاری پاک اماں کی والدہ محترمہ سیدہ ہندہ رضی مجاہدہ ایمان لاتے ہی اپنے گھر گئیں اور جاتے ہی اپنے اس بڑے بُت کو جو انہوں نے حاجت روائی کیلئے گھر رکھ چھوڑا تھا، خود اپنے ہاتھوں سے پاش پاش کر دیا، اور فرمایا، "کمبخت تو نے ہی ابھی تک ہمیں دھوکہ میں رکھ چھوڑا تھا" ذرا یہاں غور فرمائیے کہ بنو ثقیف جب اسلام لائے تو اپنی دیوی کو خود توڑنے کی جرأت نہ کر سکے اور آنحضور کو ایک جماعت اسے توڑنے کے لئے بھیجنی پڑی، لیکن سیدہ ہندہ رضی مجاہدہ کی کایا اسلام لاتے ہی ایسی پلٹ گئی کہ اپنے معبود کو اپنے ہاتھوں سے توڑنے میں ذرا بھی تامل نہ ہوا، صحبت نبوی کے فیض کے اثر سے سیدہ ہندہ رضی دفعتاً ایک تاریکی سے نکل کر روشنی میں آگئیں تھیں۔

سیدہ ہندہ جب اسلام لائیں تو انہوں نے کہا، "اے اللہ کے رسول! اب روئے زمین پر کوئی اہل خیمہ ایسے نہیں جن کا باعزت ہونا مجھے آپ ﷺ کے اہل خیمہ کے باعزت ہونے سے زیادہ محبوب ہو"۔

آنحضور نے فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے میری بھی یہی حالت ہے"۔

(صحیح بخاری، کتاب الایمان والنذور باب کیف کانت یمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصحیح مسلم، کتاب الاقضیہ)

آنحضور ﷺ اپنی خوشدامن سیدہ ہندہ رضی کا بڑا احترام فرماتے تھے، وہ آنحضور ﷺ کی پاکیزہ محفلوں میں حاضر ہوتیں، عورتوں کے مسائل پوچھتیں، اور آنحضور ﷺ نہایت خندہ پیشانی سے انکو ہدایت کی باتیں بتاتے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ ایسی محفلوں میں سیدہ ہندہ رضی مجاہدہ جس جرأت و بانہ عبارت سے رسول اللہ ﷺ سے سوالات پوچھتیں وہ صرف ان ہی کا حصہ تھا۔

مگر برا ہو عجمی مؤرخین کے جذبۂ بغض و انتقام کا انہوں نے اپنے مذموم مقاصد کے لئے لاعلم مسلمانوں کے غیض و غضب اور نفرت و حقارت کو بنو امیہ کی طرف موڑنے کے لئے سیدہ ہندہ رضی مجاہدہ پر بھی ایک گھناؤنا الزام تراشا، اور اس کا خوب ڈھنڈورا پیٹا، حالانکہ اسی الزام کی حقیقت جھوٹ، اور افتراء پردازی سے زیادہ کچھ نہیں۔

لیکن اہل بغض نے اصل مجرم کو چھوڑ کر اس فعل خبیثہ کا غلط، جھوٹ، لغو، بے بنیاد الزام رسول اللہ ﷺ کی خوشدامن مکرمہ کے سر منڈھ دیا، اور اس کا اتنا ڈھنڈورا پیٹا کہ اکثر بے خبر لوگ اس بہتان عظیم کے دہرانے کے گنہگار ہو جاتے ہیں،

اے اہل نظر! سچی روایت کی موجودگی کے علاوہ ذرا عقل سلیم سے بھی سوچئے اور حق و باطل میں تمیز کرنے کی کوشش فرمائیے۔

وحشی غلام نے سید الشہداء کو میدان قتال میں شہید کیا تھا۔ یہ شہادت کتنی ہی جگر گداز کیوں نہ ہو، وحشی کا قانونی اور اخلاقی جرم نہ تھا، اسکے باوجود حضور نے اُسے اسلام لانے کے بعد اپنے سامنے آنے سے منع فرما دیا کہ "مجھے دیکھ کر مجھے اپنے چچا حمزہ یاد آجاتے ہیں اور میرے دل کو صدمہ ہوتا ہے، کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم میرے سامنے نہ آیا کرو"،

چنانچہ وحشی ساری زندگی آنحضور کے سامنے نہیں گیا، ...... قتل سید الشہداء کے برخلاف انکی لاش کا مثلہ ایک انتہائی غیر انسانی اور خبیثہ حرکت ہے، جسکی اجازت میدان جنگ کا قانون بھی نہیں دیتا اگر خدانخواستہ سیدہ ہندہ رضی کے ہاتھ سے یہ فعل خبیثہ سرزد ہوا ہوتا تو کیا آنحضور ﷺ انہیں اسکی سزا نہ دیتے کم از کم وحشی کو جو حکم دیا تھا آنحضور ﷺ انہیں بھی ایسا ہی حکم تو ضرور دیتے، اور انہیں یقیناً ہمنشینی کا شرف بخشنے سے محروم رکھتے، جو آنحضور ﷺ نے ساری زندگی ان سے روا رکھا۔؟

کیا کوئی نبی مختلف حیثیت کے مجرموں کے ساتھ مختلف قانون برت سکتا ہے؟

کیا کوئی نبی ایسا خلاف عقل، خلاف انصاف اور خلاف معقولیت رویہ اختیار کر سکتا ہے؟ حاشا و کلا، ہرگز نہیں ایسا سوچا بھی نہیں جا سکتا!

یہ حقیقت روایت، درایت دونوں سے ثابت ہے کہ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی شیر خدا کی لاش کے مثلہ کا فعل خبیثہ ایک شخص ابن مغیرہ بن ابی العاص بن امیہ سے سرزد ہوا تھا، اور آنحضور ﷺ نے اس جرم کی پاداش میں اس کو قتل کرا دیا تھا۔

میری اور آپکی عظیم اماں اور میرے اور آپ کے
امیر المومنین خلیفہ راشد سید کریم امیر معاویہؓ
کی اماں ملکہ، آقائے نامدار محمد مصطفےٰ ﷺ کی
خوشدامن محترمہ کا پاکیزہ دامن اس الزام
سے بالکل پاک اور صاف ہے،

نسل پرستوں اور منافقین عجم نے فتوحات
عجم کا انتقام لینے کے لئے بغض معاویہ کے
تحت انکی والدہ محترمہ پر ایک بہتان عظیم
باندھا ہے،

اب اگر کوئی شخص خالص بغض و تعصب کی بناء
پر رسول اللہ کے طرز عمل کے خلاف بے سند
غیر معتبر، مجہول، جھوٹی، مہمل، لغو، اور گھڑی
ہوئی روایت کی بناء پر رسول اللہ کے گورنر اور
معتمد صحابی، عظیم خلفائے بنو امیہ کے جد امجد
صہر رسول سیدنا ابوسفیانؓ اور ان کے
خاندان کے خلاف ایسے اعمال اور افعال
منسوب کرے، تو اسے خود اپنے ایمان پر
نظر ثانی کرنا چاہیئے،

بعض عجمی مؤرخین کے انتہائی بغض و
کینہ، افتراء پردازی اور کذب پروری کا اندازہ
کرنے کے لئے انکے احمقانہ جھوٹ کی ایک
اور مثال آپکے سامنے پیش کرتا ہوں،

آنحضورؐ نے مکہ میں داخل ہوتے وقت
چند آدمیوں کے قتل کا حکم صادر فرمایا تھا
بعض عقل کے اندھے اور بغض کے پورے
سبائی مؤرخوں نے خوشدامن رسول سیدہ
ہندہ مجاہدہؓ کا نام مبارک بھی اپنی فہرست
میں داخل کردیا ہے

ع، بباید گریست برایں عقل و دانش

دوسری ہر بات کو چھوڑتے ہوئے صرف
ایک بات کو لیجئے۔
تاریخ کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ آنحضورؐ نے
مسجد حرام اور حضرت ابوسفیانؓ کے گھر
میں داخل ہونے والے ہر شخص کو امان
دے دی، لیکن ان کینہ دوز سبائیوں
کے نزدیک سیدنا ابوسفیانؓ کی
گھر کی مالکہ اور اس گھر میں مستقل رہائش
رکھنے والی سیدہ کے لئے امان نہیں ہے
برا ہو کینہ دوز سبائیوں کے جھوٹ
اور افتراء پردازی کا کہ انکو نہ سچائی کی
پرواہ ہے، نہ وقار رسالتماب کی، وہ
بنو امیہ کے تعصب میں ایسی باتیں کرنے
سے گریز نہیں کرتے، جنکو ایک معمولی فہامت
کا آدمی بھی پڑھکر ان سبائیوں کو بغض
وکینہ اور افتراء پردازی کا مجسمہ سمجھے گا
یا عقل کا اندھا جنکے دلوں پر منافقت کی
مہریں لگ چکی ہوں،

نتیجہ خیانت کا ہے نفس بد کی
نہایت ہی وہ طعنہ زن بے حیا ہے
یہاں تو ہے الزام بھی افترائی
نہیں صدق سے جسکو کچھ واسطہ ہے
ابومخنف اور اسکے ہم مشربوں نے
اسے کوفے میں بیٹھ کر خود گھڑا ہے
اڑا جو تعصب پر اپنے رہیگا
تو اس سے نبٹنے کو روز جزا ہے"

مؤرخین کا فیصلہ

علامہ ابن اثیرؒ نے پوری تحقیق اور بحث
کے بعد اسد الغابہ ج ۵، ص ۲۱۶ پر
اپنے فیصلہ کا اعلان کیا ہے کہ سیدنا
امیر معاویہ اور انکے خاندان کے متعلق اس
قسم کے بہت سے واقعات نقل کئے
جاتے ہیں لیکن ان میں سے ایک بھی پایہ
ثبوت کو نہیں پہنچتا،

اسی طرح علامہ ابن عبد البرؒ نے اپنی تاریخ
استیعاب میں ص ۱۱ پر مکمل چھان بین کے
بعد فیصلہ کیا ہے کہ سیدنا ابوسفیانؓ
اور انکے بیٹے سیدنا امیر معاویہؓ اور انکے
خاندان کے متعلق اس قسم کے جس قدر واقعات
بیان کئے جاتے ہیں سب ردّی اور لغو ہیں"

" کیا جھوٹ کا شکوہ تو یہ جواب ملا،
تقیہ ہم نے کیا تھا ہمیں ثواب ملا،،

سچ یہ ہے کہ صہر رسول سیدنا ابوسفیانؓ
اور خوشدامن رسول سیدہ ہندہؓ مجاہدہ
دونوں کا کردار اور مقام اہل بغض کی افتراء
پردازی سے بہت بلند ہے۔

" بقول نبی ان کا ایمان تھا ایسا
کہ گھر ان کا امن و اماں کی سرا ہے
پیغمبرؐ نے خود اپنی ہجرت سے پہلے
سکون اماں ان کے گھر میں لیا ہے
ستاتے تھے اشرار رستے میں جس دم
سکون آپکو ان کے گھر میں ملا ہے
نبی ان کے گھر آتے جاتے تھے اکثر
کہ پاس قرابت تو حکم خدا ہے
دم فتح اس گھر کو مامن بنایا
یہ بدلہ اس احسان کا اب دیا ہے
رضائے الٰہی تھی دونوں کو حاصل
کہ ایمان وجہ رضائے خدا ہے
ہوئے بعد ایمان نبی ان سے راضی
نبی کی رضا ہی خدا کی رضا ہے

وما علینا الا البلاغ

عصر حاضر ـــــ اور ـــــ اسلام

بقلم : حسن احمد تاج

فکر و نظر کا محاسبہ

آج ہمارے فکر و نظر کو بدلنے کے لئے ہزارہا عناصر کام کر رہے ہیں، سینکڑوں فکری درس گاہیں لوگوں کے معتقدات بلکہ نفسیات تک کو بدلنے کے درپے ہیں، ان عناصر کی تنظیمی قوت اور استقلال پسندی کس قدر زیادہ ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ گذشتہ سو سال سے لوگوں کی ذہنیتوں کو بدلنے کی کوششیں کیجا رہی ہیں اور پروپگنڈہ کا کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے جسے کام میں نہ لایا جا رہا ہو۔

متضاد فکری عمل

اب تک آپ کے سکولوں میں کس قسم کی تعلیم دی جا رہی ہے، آپ کو کس قسم کا لٹریچر "ادب اور زندگی" کے نام پر دیا جا رہا ہے انقلاب اور ترقی کے عنوانوں کے ماتحت کس قسم کے خیالات پیش کئے جا رہے ہیں سینماؤں میں کس آرٹ کی اشاعت کی جا رہی ہے، اور ہمارے اخبارات کیا نمونہ پیش کر رہے ہیں کیا ان سب کا مقصد ذہنی پریشانی اور انسانیت دشمنی نہیں؟ آج ان ہی مختلف اور متضاد "فکری عناصر" کی کارفرمائی سے انسانیت ٹکڑے ٹکڑے ہو چکی ہے اور امن ایک موہوم شے بن کر رہ گیا ہے ۔

کیا کیا فریب دیتی ہے تہذیب رنگ و بو
سو ظلمتوں سے آج نئی روشنی بنی "

آخر اس پریشانی کے قدرتی اسباب کیا ہیں، کیا برائی میں اتنی طاقت ہے کہ وہ نیکی پر چھا جائے، اور کیا اندھیرا روشنی کو ختم کر دیتا ہے، اگر یہ بات نہیں ہے بلکہ ایک شمع کی کمزور لو بھی تاریکی کے سینے کو چیر دیتی ہے، صبح کا اجالا رات کی سیاہ چادروں کو لپیٹ دیتا ہے سورج کی ایک ننھی منھی کرن آنکھوں کا نور بن کر مسکراتی ہے، پھر برائی کی حکومت کیوں ہے، تاریکیاں کس لئے ہمہ گیر ہیں، اور انسانیت پر پریشانی کی چادریں کیوں پڑی ہوئی ہیں، اس سوال کا جواب صرف یہ ہے کہ ڈوبی ہوئی کرن ظلمت کو روک نہیں سکتی، جب شمع بجھ جاتی ہے اندھیرے کا غلبہ خود بخود ہو جاتا ہے،

آج سینکڑوں فکری درس گاہیں ہیں جو انسانیت کی قاتل ہیں اور دل و دماغ کو پریشان کر رہی ہیں، لیکن ایسی درس گاہیں نظر نہیں آتیں جو نیکی اور ہدایت کا سرچشمہ بن کر انسانیت کی خدمت کر رہی ہوں الا ماشاء اللہ، صرف چند شمعیں روشن ہیں جن کا اجالا محدود اور ذخیرہ معمولی ہے مگر تاریکی ہمہ گیر اور باد صرصر طوفان خیز ہے،

رنگ ثقافت ؎

مدرسوں میں درس تہذیب فرنگ
اور گھروں میں ملحدانہ آب و رنگ
ہائے اپنے نونہالان چمن،
باغباں ان کے ہیں اکثر اہرمن
کچی کلیوں کا مزاج رنگ و بو
کتنی تیزی سے بدلتا ہے عدو
کیا کہیں یہ کیا سے کیا ہونے کو ہیں
نام بھی آباء کا یہ کھونے کو ہیں
اہل دنیا اہل دولت ہیں خموش
اہل دانش، اہل دیں ہیں بے خروش
شغل لہو و لعب جاری کو بہ کو
فکر عقبیٰ سے مفر ہے سو بہ سو
بے حیائی، رنگ رلیاں ہیں فزوں
دین داری خلق و احساں ہیں زبوں
اب ثقافت کے لئے راہ صاف ہے
جام و مینا ورثہ اسلاف ہے
بت پسند و بت تراش و بت فروش
ہیں سبھی اسلام کے حلقہ بگوش
احمد مرسل کی امت کا یہ حال
حاکمان وقت سے ہوگا سوال
جو بھی راعی ہے یہاں مسئول ہے
خالق عالم کا یہ معمول ہے، (تاج)

سوز دروں بعض پتھروں میں قدرتی چمک ہوتی ہے، اکثر ذرات دوسری چمکدار چیز کے عکس سے روشن ہو جاتے ہیں، چقماق اپنے سوز دروں سے بھڑک اٹھتا ہے، آپ مسلمان ہیں، آپ کے ہوتے ہوئے دنیا میں تاریکی ہے، برائیوں اور بے حیائیوں کا رواج ہے، کیا آپ نیکی کی صلاحیت سے محروم تو نہیں، اور آپ کا سوز دروں ایک پگھلی ہوئی شمع کی طرح ختم تو نہیں ہو گیا،،

اسلام حقیقت یہ ہے کہ صلاحیتیں موجود ہیں مگر اسلام کی قدر وقیمت معلوم نہیں، راہِ عمل نظروں سے اوجھل ہے اور یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ دنیا اور دین کے تقاضوں کو موافقت اور ہم آہنگی کے ساتھ کیسے پورا کیا جائے؟

اسلام ہمیشہ وقت کے چیلنج کو قبول کرتا رہا ہے اور آج بھی عصر حاضر کی پریشانیوں اور خوفناک مستقبل سے بچانے کا نہایت آسان اور نہایت واضح لائحہ عمل اسلام ہے

اہل دنیا نے مال و دولت کو امن و اطمینان کا ذریعہ سمجھا مگر ایک دوسرے سے بڑھ کر دولت کے انبار جمع کرنے سے پریشانیوں میں اضافہ در اضافہ ہوا، اسی لئے قرآن نے دولت کو متاع الغرور کہا ہے،،

بعض قوموں نے اسلحہ کی تیاری کو امن و عافیت کا سبب قرار دیا دوسروں نے ان سے زیادہ مہلک ہتھیار بنا کر چیلنج کر دیا جس سے پوری دنیا کا امن و سکون برباد ہے۔ معیشت اور معاشرت کی مساوات کو اس کا حل قرار دیا گیا، مگر جب اس راہ پر چلے تو گروہی حکومت حکومت کے بغیر ایک قدم آگے نہ بڑھے، یعنی جیلوں والی زندگی کو اپنایا، جس میں کچھ لوگ حاکم اور باقی محکوم و مجبور ہوتے ہیں، لوگوں کو ان کی کارکردگی کے مطابق طبقات میں بانٹ دیا گیا، ہر طبقہ کو ایک خوراک ایک لباس اور ایک سے مکانات دیئے گئے جسے مساوات اور انصاف کہا گیا، لیکن حکومتی پارٹی کی پالیسی اور اجازت کے بغیر یہ لوگ نہ دنیا میں کہیں آجا سکتے ہیں، نہ اپنی محنت کی کمائی کو اپنے پاس رکھ سکتے ہیں، نہ اپنی مرضی سے خرچ کر سکتے ہیں، اور نہ کسی دوسرے ملک سے تعلقات پیدا کر سکتے ہیں، یہ جیل کی زندگی نہیں تو اور کیا ہے؟ حریتِ ضمیر، حریتِ فکر، حریتِ تقریر اور حریتِ تحریر، سے یہ نظام حیات خالی بلکہ ان کے دشمن ہوتے ہیں، چنانچہ ایسے ملکوں میں حکومت کی سخت گرفت اور دار و گیر کی وجہ سے لوگ مذہب کو چھوڑ دینے پر مجبور ہو گئے اگر ابھی تک کچھ لوگ مذہبی خیال کے باقی ہیں تو وہ قطعاً مجبور اور بے بس ہیں نہ حج کر سکتے ہیں، نہ زکوٰۃ دے سکتے ہیں اور نہ مساجد میں پانچ وقت کی نماز ادا کر سکتے ہیں،،

لہٰذا دنیا اور آخرت میں کامیابی مال و دولت کی کثرت اور ثقافتی و تفریحی۔ پروگراموں سے نہیں بلکہ اللہ کے احکام پر چلنے، روحانی تعلیم حاصل کرنے اور معاشرہ کو برائیوں سے پاک رکھنے والی حکومت سے حاصل ہوتی ہے، آئندہ صفحات میں ان ہی موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔

اسلام میں عبادت کا نظام

اسلام تمام دنیا میں بسنے والی قوموں کا مذہب ہے، اس کی تعلیم امیر، غریب، کالے، گورے، اور شہری و دیہاتی سب کے لئے ایک ہے، یہ بات اسلام کے سوا کسی اور مذہب میں نہیں ہے، کہ ایک کام کرنے سے دین اور دنیا دونوں کی بھلائی حاصل ہوتی ہو اسلام آخرت کی زندگی کی تیاری پر زور دیتا ہے، کیونکہ وہ ہمیشہ کی زندگی ہے لیکن آخرت کے لئے نیکیاں جمع کرنے کے وہ طریقے اور وہ عبادتیں سکھاتا ہے جن سے دنیا کی زندگی خود بخود اچھی ہو جاتی ہے، پھر عبادت کا بھی ایسا نظام مقرر کیا ہے کہ تمام ملکوں کے رہنے والے یکساں فائدہ اٹھا سکیں

روزوں کو دیکھو کہ کبھی جاڑے میں آتے ہیں، کبھی گرمی میں، موسموں کا یہ حال ہے کہ ایک ملک میں سردی کا موسم ہے تو دوسرے میں انہی دنوں گرمی کا، کہیں برسات ہے تو کہیں لُو چل رہی ہے، اس لئے چاند کے مہینوں کو مقرر فرمایا تاکہ تمام ملکوں والے سال بھر میں عبادت کرنے میں گرمی سردی کے لحاظ سے برابر کے شریک رہیں، اگر سورج کے مہینوں کو اختیار کرتے تو تمام ملکوں کے لئے عبادت کی ایک جیسی صورت باقی نہ رہتی، مثلاً روزوں کے لئے اگر جنوری کا مہینہ مقرر کیا جاتا تو ان دنوں ہمارے ملک میں سخت سردی ہوتی ہے اور آسٹریلیا کے کئی علاقوں میں گرمی! لہٰذا یہاں روزے ہمیشہ سردی میں آتے

اور آسٹریلیا کے علاقوں میں ہمیشہ گرمی میں آتے اور یہ بات مساوات کے خلاف ہوتی، چاند کے مہینے مقرر کرنے میں ایک اور فائدہ یہ بھی ہے کہ سورج کی تاریخوں کا اندازہ ہر شخص نہیں لگا سکتا، یعنی سورج کو دیکھ کر ہم نہیں بتا سکتے کہ آج فلاں تاریخ ہونی چاہئے اسی طرح ایک ملک سے دوسرے ملک میں جاکر اور سورج کو دیکھ کر مہینہ کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتے، سورج کے مہینوں کا حساب سائنس کے عالموں کے سوا عام لوگوں کے بس کی بات نہیں ہے لیکن اسلام سب کا مذہب ہے اس لئے اس کا سکھایا ہوا دنیا اور دین کا نظام ایسا ہے جو سب کی سمجھ میں آسکے، چاند کو گھٹتا بڑھتا دیکھ کر گنوار سے گنوار شخص بھی تاریخ کا اندازہ لگا سکتا ہے،

سال بھر میں ایک مہینہ (رمضان) کے روزوں کی عبادت کے علاوہ دوسری بڑی عبادت نماز ہے، اس عبادت کا نظام بھی سب لوگوں کے لئے ایک جیسا ہے ہر روز پانچ مقررہ وقتوں پر نماز پڑھی جاتی ہے اور یہ پانچ وقت ایسے مقرر کئے جن میں نماز ادا کرنے سے خوشی حاصل ہوتی ہے اور جسم کو آرام ملتا ہے،

دوسرے ان کے ذریعے مسلمان کو وقت کی پابندی کا عادی بنانا مقصود ہے،

فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء کے وقتوں کو الگ الگ دیکھو، رات بھر سونے کے بعد صبح ہوتے ہی انسان جاگتا ہے، ہاتھ منہ دھوتا ہے، گویا وضو کرتا ہے، یہ کیسا اچھا وقت ہوتا ہے ہر طرف نور برستا نظر آتا ہے، پرندے نغموں پر چہچہاتے ہیں اور اللہ کی تعریف کے گیت گاتے ہیں، اس وقت پورا اطمینان ہوتا ہے، عبادت کرنے اور قرآن پڑھنے میں خوب جی لگتا ہے اور دل کو خوشی ہوتی ہے اس وقت کے بعد انسان کاروبار میں لگ جاتا ہے اور دوپہر تک اچھا خاصا تھک جاتا ہے، اب ظہر کا وقت آیا ہے تاکہ انسان وضو کر کے تھکن دور کرے، نماز پڑھ کر کچھ دیر کے لئے دنیا سے بے فکری حاصل کرے اور اللہ کا شکر ادا کرے، کہ اس نے کاروبار کرنے کی ہمت عطا فرمائی،

ظہر سے فارغ ہونے کے بعد پھر کاروبار میں لگ جاتا ہے اور چونکہ دوسری مرتبہ زیادہ دیر کام کرنے کی طاقت نہیں ہوتی اس لئے پہلے کی نسبت جلدی عصر کا وقت آجاتا ہے، عصر کے بعد آرام اور تفریح کا وقت ہے، سورج کے چھپنے کے ساتھ مغرب کا وقت ہے، اور وضو و نماز سے فارغ ہونے کے بعد کھانا کھانے کا وقت ہوتا ہے، اس کے تھوڑی دیر بعد انسان قدرتی طور پر مکمل آرام کرنا اور سوجانا چاہتا ہے اس لئے عشاء کی نماز مقرر کی گئی تاکہ انسان اللہ کی عبادت کر کے اور اسی کے دھیان میں دنیا سے بے فکر ہو کر سوجائے، سبحان اللہ، نماز کے کیسے اچھے اوقات مقرر کئے ہیں کہ دنیا کے کاروبار میں حرج نہیں ہوتا، بلکہ ان کے شروع میں آنے کی وجہ سے برکت ہوتی ہے،

حدیث شریف میں لکھا ہے کہ توجہ اور شوق کے ساتھ پانچ وقت نماز پڑھنے سے تمام دن عبادت میں گنا جاتا ہے

نمازوں کے یہ وقت مقرر کرنے میں ایک اور بڑا فائدہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے دنیا کے اکثر ملکوں میں جہالت کی وجہ سے لوگ سورج کی پوجا کرتے تھے اور خاص طور پر سورج نکلنے اور بلند ہونے کے وقت اس کی عبادت کرتے تھے، اس لئے اللہ نے جہاں ہر قسم کے بتوں کی پوجا سے منع فرمایا ہے وہاں ایسے وقتوں میں عبادت کرنے سے بھی منع فرمادیا ہے، ایک تو دن چڑھے پوجا پاٹ کرنے سے دنیا کے کاروبار میں نقصان ہوتا ہے دوسرے سورج کو پوجنا جہالت کی بات ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے سورج کے طلوع ہونے سے ڈھلنے کے وقت تک کوئی نماز نہیں رکھی اس وقت کے علاوہ باقی وقتوں میں نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں، یعنی فجر کا وقت سورج نکلنے سے پہلے پہلے، ظہر کا وقت سورج کا سایہ دگنا ہونے تک، عصر کا وقت سورج کا سایہ دگنا ہونے سے سورج کے غروب ہونے تک، مغرب کا وقت سورج ڈوبنے سے سیاہی پھیل جانے تک اور عشاء کا وقت گہری سیاہی پھیلنے سے صبح صادق تک ہے،

اسلام میں حکومت کا نظام

حکومت کا مقصد امن قائم کرنا ہوتا ہے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ایک اللہ کا نظام ہے وہ اللہ جو سب کا خالق ہے اور سب سے بڑا منتظم ہے، اللہ کے نظام کی خوبی یہ ہے کہ اس پر عمل کرنے سے امن قائم ہوتا ہے، خوشحالی پیدا ہوتی ہے

اور ثواب بھی ملتا ہے جو آخرت کی زندگی کا سرمایہ ہے اس کے مقابلہ میں اور بہت سے نظام ہیں جن میں سے ہر ایک کا دعویٰ امن قائم کرنا ہے، وہ سب انسانوں کے بنائے ہوئے ہیں اور آپس میں اتنے مختلف ہیں کہ ایک ملک کے نظام کو دوسرے ملک کے دستور کے مقابلے میں پڑھ کر کہنا پڑتا ہے کہ یہ نظام امن نہیں بلکہ جنگ کو قائم کرنے والے ہیں

ان نظاموں میں سے بعض شخصی حکومت والے ہیں، یعنی بادشاہ تمام حکومت کا مالک ومختار ہوتا ہے، بعض پارلیمنٹری یعنی الیکشن کے ذریعے چنے ہوئے نمائندوں کی مجلس پوری سلطنت کا قانون بناتی ہے اور بادشاہ برائے نام ہوتا

بعض جمہوری یعنی الیکشن کے ذریعے چنے ہوئے نمائندوں کی مجلس آپس میں سے چن کر ایک صدر بناتی ہے پھر یہ مجلس صدر کے ماتحت رہ کر ملک کا انتظام کرتی ہے

بعض ڈکٹیٹر شپ یعنی ایک شخص اپنی حکومت قائم کر کے ملک کا انتظام کرتا ہے، وہ اگرچہ بادشاہوں کی مانند مال و دولت کا مالک نہیں ہوتا اور عام آدمی کی طرح قانون کا پورا پابند ہوتا ہے مگر اختیار اور حکم چلانے میں بادشاہوں جیسا ہوتا ہے،

ان تمام دنیاوی نظاموں میں خرابی یہ ہے کہ یہ لوگوں کی خواہشات کی نذر ہو جاتے ہیں، پارٹی بازی میں صحیح راستے، اور اچھے قانون جان بوجھ کر بھلا دیئے جاتے ہیں، ہر شخص دوسرے سے زیادہ عزت اور مرتبہ حاصل کرنے کی دھن میں لگ جاتا ہے قومیں ملکوں میں اور ملک چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم ہو کر تعصب کا شکار ہو جاتے ہیں ــــ جس پارٹی کو الیکشن میں جیت حاصل ہوتی ہے وہ اپنے طرف داروں کو فائدہ پہنچانے والے قانون بناتی ہے، ہارنے والی پارٹی مدتوں تک بدلہ لینے کے جذبے میں بھر جاتی ہے، پھر نیکی اور برائی کا کوئی اندازہ باقی نہیں رہتا، ملک میں امن قائم ہونے کی بجائے بغض، کینہ، دشمنی، جہالت اور جنگ کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں اور چونکہ ان انسانی نظاموں میں آخرت کا ڈر نہیں ہوتا اس لئے بے حیائی، بے ایمانی، اور بے انصافی عام ہو جاتی ہے جس کا لازمی نتیجہ پریشانی و تباہی ہے،

ان کے مقابلہ میں اسلامی نظام حکومت ان تمام خرابیوں سے پاک ہے اس پر چل کر حاکم اور محکوم انسانیت کی ایک سطح پر رہتے ہیں، خدا کا قانون سب کے لئے اطمینان کا باعث ہوتا ہے، ذاتی خواہشات کی گنجائش نہیں ہوتی۔ اس لئے فساد نہیں ہوتا۔ البتہ مسلمان ہو کر غیر اسلامی نظام کو قبول کرنے اور اسلام سے سرکشی کرنے میں بہت زیادہ خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں، پھر دنیاداروں کی طرح بھی زندگی گذارنا مشکل ہو جاتا ہے،

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسلامی نظام پر عمل کرنا بہت دشوار ہے، کئی فرقوں کی نمازیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں وہ کیسے اتفاق کریں گے، چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا وغیرہ سخت ہے، ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ اسلام میں حکومت کا نظام کیا ہے اس کی مختصر صورت یہ ہے،،

(۱) اسلامی قانون فوجداری۔

(۲) اسلامی قانون دیوانی! اور بس،،

یہ دونوں قانون مکمل صورت میں موجود ہیں ایک ہزار سال تک مختلف ملکوں میں ان پر عمل ہوتا رہا ہے، ان میں نماز نہیں آتی روزہ نہیں آتا، اور عقیدوں سے تعلق رکھنے والی کوئی بات نہیں آتی، پھر اختلاف پیدا ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے،

قانون فوجداری کے ماتحت اسلام میں فوجی بھرتی سب کے لئے لازمی ہے، برائیوں اور بے حیائی کی سخت سزا ہے، چوری اور بدکاری سوسائٹی کے گناہ ہیں اس لئے ان کی سزا سخت رکھی گئی ہے، آج کل لاکھوں کی تعداد میں چور ہیں، ہلکی سزا ہونے کی وجہ سے ان کی تعداد روز بروز بڑھتی جا رہی ہے لیکن اسلامی قانون جاری ہونے کے بعد جہاں چند چوروں کے ہاتھ کٹے سب کچے پکے چور، چوری کو بھول جائیں گے، پھر صرف گنتی کے چور باقی رہ جائیں گے اور ہر جگہ اشتہار بن کر پھریں گے،

اسی طرح بے حیائی اور بدکاری سوسائٹی کے سخت ترین گناہ ہیں جو کسی طرح معاف نہیں ہو سکتے قتل کا بدلہ قتل (بلکہ خون بہا بھی ہے یعنی روپے سے بدلہ دیا جا سکتا ہے) مگر بے حیائی کی سزا کوڑے لگانا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قوم ہر قسم کی برائی سے پاک صاف ہو جائے گی،،

اسلام میں شراب اور جوا بھی حرام ہے شرابیوں اور جواریوں کو کوڑے لگانا اور انہیں ذلیل کرنا سزا ہے، یہ بھی سوسائٹی کے گناہ ہیں،

ذاتی گناہ توبہ کرنے سے معاف ہو سکتے ہیں یا ان کی سزا قدرتی طور پر ملتی ہے، ذاتی گناہ سے مراد عبادت میں کمی اور خراب

عقیدے رکھنا وغیرہ ہیں جو حقوق اللہ،،
میں آتے ہیں، لیکن سوسائٹی کے گناہ ۔
،،حقوق العباد،، میں آتے ہیں ان پر حکومت
کی طرف سے سزا دینا اصولاً نہایت ضروری
ہے ،،

اب ظاہر ہے کہ اسلام کے فوجداری قانون
کے جاری ہونے کا لازمی نتیجہ امن ہے ۔
اسی طرح ،،دیوانی قانون،، وراثت کی تقسیم
اور گھریلو جھگڑوں کے لئے ہے اس کے اصول
بھی ایسے ہیں کہ جلدی فیصلہ ہوتا ہے، آج
کل کی طرح مدعی اور مدعا علیہ عدالت کی
فیسوں اور وکیلوں کے چکر میں تباہ نہیں
ہو سکتے ، غرض کہ انسانیت کی بہترین خدمت
اور امن کا قیام صرف اسلامی قانون کے جاری
ہونے پر ہو سکتا ہے،،

اسلام میں تعلیم و تربیت کا نظام

مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کس نہج پر ہونی
چاہئے ، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم
کس ذریعہ تعلیم و ترقی سے غریبی سے غنا، فقر
سے حکومت ، اُمیت سے علمیت اور پستی
سے انسانیت کی معراج پر پہنچے وہ اللہ
کے ولی بھی تھے ، اور دنیا والوں کے والی بھی
انہیں دنیوی ثروت بھی حاصل ہوئی اور
آخرت کی فرحت بھی، الحمد للہ ثم الحمد للہ
آیئے ہم آپکو صحابہ کرام کی اس درسگاہ میں
جو دنیا میں نور ہدایت ایمان و یقین اور عزم و
عمل کی واحد درسگاہ تھی اس درسگاہ کا نام
ہے صُفّہ کی درسگاہ ،،

اسلام میں عام طور پر مسلمان مبلغ اور معلم ہے
اسے حکم ہے ، بلغوا عنی ولو آیۃ تبلیغ
کی اس عمومی شان کے باوجود مبلغین کی
ایک جماعت کی تشکیل کے لئے اللہ پاک
نے حکم دیا ہے ولتکن منکم الخ
چاہئے کہ تم میں سے ایک مخصوص جماعت
ہو جو لوگوں کو نیکی کا حکم دے اور برائیوں
سے روکے ، (القرآن) ، گویا اس آیت
کے ذریعے اسلام میں ایک ،، فکری درسگاہ،،
کی بنیاد پڑی ،

آقا و مولا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اسلامی تربیت و تعلیم کے دو طریقے مقرر
کئے ہوئے تھے ، ایک غیر مستقل جس میں
عرب کے مختلف قبائل کے مسلمان مدینہ
منورہ میں چند دن قیام کر کے اور ضروری
مسائل سیکھ کر واپس جاتے تھے اور اپنے
قبیلے کے لوگوں کو تعلیم دیتے تھے ،
حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ
عرب کے ہر قبیلے کا ایک وفد آپ سے
دینی امور دریافت کر کے تفقہ حاصل
کرتا تھا ،

دوسرا طریقہ مستقل درس کا تھا ، اس
کے لئے صفہ کی درسگاہ مخصوص تھی ، اس
میں وہ لوگ تعلیم حاصل کرتے تھے جو اپنے
آپ کو دینی تعلیم اور عبادت و ریاضت
کے لئے وقف کر دیتے تھے ،

اس درسگاہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے علاوہ کئی اور صحابہ کرام بھی تعلیم
دیتے تھے یہ ایک مخصوص ماحول تھا جس
میں سارا وقت درس و تعلیم ہی گذرتا تھا
حضرت انس کا بیان ہے کہ اصحاب صفہ
میں سے ستر ستر اشخاص ایک ایک
معلم کے پاس جاتے تھے اور صبح تک درس
میں مشغول رہتے تھے ،

اس درسگاہ کے تعلیم یافتہ لوگوں کو قراء کہا
جاتا تھا ، یہ لوگ تعلیمی اور تبلیغی ضروریات
کے لئے مختلف مقامات پر بھیجے جاتے تھے
عہد نبوی میں ان قراء کی تعداد سینکڑوں سے
متجاوز کر گئی تھی ، ذہنوں میں اسلامی تعلیمات
کی پختگی ، اسوۂ رسول کی بقاء اور آثار نبوت
کی حفاظت ایسے ہی مخلص اور پاکباز انسانوں
کے ذریعے ہوئی ہے ،

ہماری قوم کو صفہ کی درسگاہ کی قسم کی فکری
درسگاہیں بنانے کی سخت ضرورت ہے
جب تک صالح فکر اور اسلامی تمدن کے
ٹھوس مرکز قائم نہیں کئے جائینگے انفرادی
صلاحیتیں ضائع ہوتی رہیں گی اور دنیا
نیکی کے محور سے ہٹتی چلی جائیگی ، اہل فکر
اس مسئلہ پر خصوصی توجہ دیں

ایک غلطی کی اصلاح

اسلام کے سوا تمام مذاہب محض سنے سنائے
عقیدوں اور شادی غمی کی رسموں کا نام ہیں
جب کبھی دنیا کی مشکلات اور انسانیت
کی تباہی کا حل معلوم کرنے پر غور کیا جاتا ہے
تو ایسے مذاہب وقت کے چیلنج کا مقابلہ
نہیں کر سکتے ، لہذا وہ لوگ جنہوں نے
مذہب کو اسی انداز میں برائے نام اختیار
کیا ہے اپنے اپنے طور پر مشکلات کا حل تلاش
کرتے ہیں اور مذہب کو لائق توجہ نہیں سمجھتے
لیکن ان مذاہب کے برخلاف اسلام علم و
عمل کا دین ہے ، جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم مسلمان
ہیں اور ہماری حکومت کا سرکاری مذہب اسلام
ہے وہ اس بات کے لازمی تقاضے کیوں

سمجھاتے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے اسلام کا مکمل
آئین دیا ہے اور اس آئین پر آنحضرت صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام سے عمل کرا کر
ہر زمانہ کے مسلمانوں کی رہنمائی اور علم وعمل
کے لئے محفوظ کر دیا ہے جس کو اختیار کئے
بغیر چارہ نہیں، لہذا اسلام کے آئین زندگی
کی موجودگی میں کوئی اور آئین سازی کرنا
اسلام سے انکار اور بغاوت کے مترادف
ہے، یعنی نئی آئین سازی ان دو باتوں سے
خالی نہیں ۔

۱۔ اسلام کا آئین وعمل (یعنی قرآن وسنت) نامکمل
ہیں، ان میں اضافے اور ترمیمات کی ضرورت
ہے۔

۲۔ اسلام کا آئین وعمل محض اعتقادی
چیزیں ہیں، دنیاوی زندگی کے لئے خود اپنی
سوجھ سمجھ اور منتخب نمائندوں کی کثرت رائے
سے قومی اور انفرادی زندگی کا لائحہ عمل بنانا
چاہیئے۔

ان میں سے ہر بات صریح غلطی ہے

لہذا مسلمانوں کے لئے صحیح فکر وعمل یہ ہے
کہ پہلے آئین اسلام یعنی قرآن مجید کو اس کے
خالص متن میں ملک وقوم کا ضابطہ حیات
قرار دیا جائے، پھر حسب ضرورت اس کے
تحت ومطابق وموافق آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے اعمال وتشریحات
کی روشنی میں زندگی کے قواعد وضوابط مرتب
کرائے جائیں، یہ ضابطے پہلے سے مدون
شدہ موجود ہیں، نیز عمال حکومت ۔
(انتظامیہ وممبران اسمبلی) اور عوامی
اداروں کے کارکنوں کے قواعد وشرائط
ملازمت اور حدود کار متعین کئے جائیں
مگر یہ کام صرف اہل علم حضرات کے کرنے
کا ہے، اسمبلی کے ممبران اور حکومت کے
عہدہ داروں کا نہیں ۔"

حدود کار

یہاں یہ بات ذہن نشین
کرائی جاتی ہے کہ ممبران
اسمبلی یعنی عوام کے منتخب نمائندوں
کا کام رائج شدہ آئین مملکت کی روشنی
میں اپنے اپنے علاقہ کے عوام کی معاشی
اور معاشرتی بہبود کے لئے حکومت
وقت سے امداد اور تعاون حاصل کرنا
ہے اور بس، اگر ملک کا صدارتی نظام
ہے تو صدر اور اس کی کیبنٹ (شوریٰ)
اور اگر پارلیمانی ہے تو صدر اور شوریٰ کے
علاوہ وزیر اعظم اور اس کی اسمبلی
آئین مملکت کے نگران اور نافذ کرنے
والے ہیں، آئین میں اضافہ وترمیم کا
انہیں اختیار ہے، نہ کسی اور کو۔

مجلس رہنمائے آئین وقوانین

البتہ آئین کی تشریح وتوجیہ کے لئے ایک
علیحدہ مجلس رہنمائے آئین وقوانین ہوگی۔
جو باشندگان مملکت کی معاشی اور معاشرتی
زندگی کے مختلف عنوانات پر وقتاً فوقتاً

بنام چیف جسٹس حکومت بنو عباس

اظہار حق میں کسی کی پرواہ نہ کرنا خواہ وہ سلطان ہی
کیوں نہ ہو۔ اگر کوئی شخص دین میں کسی بدعت کا موجد ہو
رہا ہو تو اعلانیہ اس کی غلطی بیان کر دینا خواہ وہ شخص کتنے
ہی جاہ وجلال کا مالک ہو کیونکہ اظہار حق میں خدائے تعالیٰ
تمہارا معین ومددگار ہوگا اور اپنے دین کا حامی ومحافظ۔ اگر تم
ایسا کروگے تو لوگوں کو دین میں رخنہ اندازی کی جرأت نہ ہوگی
اور وہ تمہارے اظہار حق سے بھی خائف رہیں گے خود بادشاہ سے
کوئی نامناسب اور دین کے خلاف حرکت صادر ہو تو صاف کہہ دینا
کہ عہدۂ قضا کے لحاظ سے میں آپ کا مطیع ہوں لیکن غلطی پر آپ کو
مطلع کرنا میرا فرض ہے۔ (حضرت الامام ابوحنیفہ قدس سرہ)

حسبِ ضرورت کتابچے شائع کر گئی،

اس تشریح کے بعد یہ بات سمجھنا آسان ہے کہ اسلام اسی صورت میں وقت کے چیلنج کا بھرپور جواب دے سکتا ہے جب اس کے آئین و عمل کو اختیار کیا جائے لہٰذا اگر مسلمان بن کر زندہ رہنا ہے اور آخرت کا فکر ہے تو اسلام کے آئین و عمل (قرآن و سنت) کو با سلیقہ اختیار کرنا نہایت ضروری اور لازمی ہے اس سے ہٹ کر ہر راہ ترکستان کی طرف نہیں بلکہ کفرستان کی طرف جاتی ہے

فاعتبروا یا اولی الابصار،

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔۔

بقیہ : احادیث الرسولؐ

ایک روایت میں ہے کہ سرکارؐ ایک مرتبہ فتنوں کا ذکر فرما رہے تھے۔ ایک صاحب منہ سر لپیٹے گذرے۔ فرمایا۔ ایسے وقت میں یہ گذرنے والے حق پر ہوں گے لوگوں نے دیکھا تو حضرت عثمانؓ تھے۔ آپ نے ایک صاحب کی نماز جنازہ اس لیے نہ پڑھی کہ وہ حضرت عثمانؓ سے بغض رکھتے تھے۔ مختلف قومی و ملّی کاموں میں آپ نے جس طرح مالی قربانی کی وہ ایک ریکارڈ ہے۔ ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں میٹھے پانی کا کنواں بیش قیمت سے خرید کر وقف کرنا آپ کا ہی کارنامہ تھا اور جیش عسرہ (غزوۂ تبوک) کی تیاری کے لیے جتنی آپ نے خدمت کی اس سے حضور علیہ السلام اس قدر مسرور ہوئے کہ بارگاہ قدس میں عرض کیا۔ اے اللہ! میں ان سے راضی ہوں تو بھی ان سے راضی ہو جا۔

حضرت عمر فاروق اعظم سلام اللہ تعالیٰ علیہ و رضوانہ نے اپنی مرض وفات میں جن چھ اکابر صحابہؓ پر مشتمل خلافت کے لیے کمیٹی بنائی ان میں ایک آپ کا اسم گرامی تھا اور پھر پوری طرح مشورت کے بعد یہ ذمہ داری آپ کو سونپ دی گئی ۱۲ سالہ دورِ خلافت کے کارنامے اس وقت ہمارا موضوع نہیں۔ حضور علیہ السلام نے قمیص پہنانے کی بات کہہ کر آپ کی خلافت کا لطیف اشارہ کر دیا تھا اور پھر آپ جن المناک حالات سے دوچار ہونے والے تھے ان کی خبر بھی دے دی۔ آخری ایام میں مصر و کوفہ اور بصرہ وغیرہ کے شرپسند اور مفسد جن کا خمیر یہود و مجوس سے اٹھا تھا اور جو حضور علیہ السلام کے زمانہ میں منافقت کے عنوان سے شہرت حاصل کر چکے تھے، اب خاندان نبوت کے حقوق کا نعرہ لے کر میدان میں آگئے اور ملّت کے قائد برحق اور امام عادل پر چڑھ دوڑے۔ آپ نے تمامتر اہتمام کے باوجود جوابی کاروائی نہ کی۔ انتہائی مظلومانہ انداز میں شہید ہو کر اپنا مبارک اسوہ چھوڑ گئے۔ سازشیوں کی ہزار کوشش کے باوجود قبائے خلافت کو نہ اتارا کیونکہ اگر آپ بلوائیوں کے سامنے سپر انداز ہو جاتے تو صبح قیامت تک حکومت و خلافت ایک کھیل بن بن جاتا۔ شیخین حضرت صدیق و فاروق سلام اللہ علیہما و رضوانہ کے بجائے اس قسم کی بات سرکارؐ نے آپ کے لیے اس لیے فرمائی کہ شوریٰ کے پورے اہتمام کے ساتھ انعقاد خلافت کا سلسلہ آپ کی ذات گرامی کا رہین منّت ہے اور بس۔ آپ نے سرکارؐ کی ہدایت و وصیت پر عمل فرما کر دنیا کے سامنے اس عظیم منصب کی حفاظت کے لیے اسوہ پیش فرما دیا۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ

خدا کا پیغام [اپنے بندوں کے نام]

ملک میں پارٹی بازی اور تفرقہ پردازی کی مہم چلانے والے رہنماؤں کے لئے سرمۂ بصیرت

ترتیب: سید محمد عبداللہ یسین حسنی

۱- سب مسلمان مل کر خدا کی رسی (توحید، قرآن، اسلام) کو مضبوط پکڑے رکھو اور فرقہ فرقہ پارٹی پارٹی مت ہو جاؤ۔ (سورۂ آل عمران آیت ۱۰۲)

۲- فرقہ بندی اور پارٹی بازی شرک جیسا گناہ ہے (سورۂ روم: ۳۲)

۳- فرقہ بندی اور پارٹی بازی سے رسولِ خدا کا تعلق ٹوٹ جاتا ہے (سورۂ انعام آیت ۱۵۹)

مومن سب آپس میں بھائی بھائی ہیں ان میں اختلاف ہو جائے تو صلح کرا دو۔ خدا سے ڈرو کہ تم پر خدا رحم کرے۔ (سورۂ الحجرات آیت ۱۰)

۴- اور تم آپس میں مت جھگڑو کہ تم سست ہو جاؤ گے اور دنیا میں تمہاری ہوا اکھڑ جائیگی (سورۂ الانفال آیت ۴۶)

۵- جو شخص مسلمان کو قصداً قتل کرے وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ (النساء آیت ۹۳)

۶- فتنہ اور فساد پھیلانا قتل سے بھی بدترین گناہ ہے۔ (سورۂ البقرہ آیت ۱۹۱)

۷- تم سب ایک امت ہو۔ (سورۂ المومنون آیت ۵۲)

۸- اس امت کے لوگوں کا دینی نام ہم نے (خدا نے) صرف مسلم رکھا ہے۔ اس کے سوا سب مذہبی و قومی نام بے سند ہیں۔ (سورۂ الحج آیت ۷۸)

۹- تمہارے سب قومی کام آپس کے مشورے سے ہوں (سورۂ الشوریٰ آیت ۳۸)

۱۰- تمہارا امیر خدا اور اس کے رسولؐ کے خلاف حکم دے تو مت مانو جو ملک میں فساد پھیلائے اور اصلاح نہ کرے (سورۂ کہف ۱۲۸- شعراء ۱۵۱/۱۵۲)

۱۱- جو خدا کے نازل کئے ہوئے احکام (قرآن) کے مطابق حکم نہ کرے تو ایسے لوگ کافر ہیں یا ظالم ہیں یا فاسق ہیں۔ (سورۂ مائدہ آیت ۴۴، ۴۵، ۴۷)

۱۲- اعلان کر دو کہ وہ (خدا) اس پر بھی قدرت رکھتا ہے کہ تم پر اوپر کی طرف سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے عذاب بھیجے یا تمہیں فرقہ فرقہ (پارٹی پارٹی) کر دے اور ایک دوسرے سے لڑا لڑا کر آپس کی پھوٹ اور لڑائی کا مزہ چکھا دے۔ (سورۂ الانعام آیت ۱۶۵)

۱۳- خدا کے ماننے والے سب امتِ واحدہ ہوتے ہیں ــــ (قرآن ۲۱، ۲۲)

۱۴- ان کی باہمی وحدت سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ہوتی ہے (۶۱/۴)

۱۵- جن لوگوں نے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے اور خود بھی ایک فرقہ بن گئے، اے رسولؐ! تمہارا ان سے کوئی واسطہ نہیں۔ (۶/۱۶۰)

۱۶- اور ہم قرآن کے ذریعے سے وہ چیزیں نازل کرتے ہیں جو مومنوں (سچے اور پکے مسلمانوں) جاننے، ماننے اور عمل کرنے والوں کیلئے شفاء (ہر مرضِ اخلاق و روحانی کی دوا) ہے۔ اور

مزید برآں رحمتِ الٰہی بھی، اور ظالموں (نا قدر دانوں اور نافرمانوں) کے لئے اس سے نقصان و خسران ہی بڑھتا ہے۔ (قرآن ۱۷/۱۴)

ہمارے پیارے نبیؐ کا اپنی پیاری امّت کے نام

آخری پیغام

لوگو! میری بات سنو — ! میں سمجھتا ہوں کہ کبھی ہم اس طرح مجلس میں یکجا نہ ہو سکیں گے اور غالباً اس سال کے بعد میں حج نہ کر سکوں گا۔

○ دیکھو! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ آپس میں کشت و خون (قتل و غارت) کرنے لگو۔ میں تمہارے درمیان ایک ایسی چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ تم کبھی گمراہ نہ ہو سکو گے اگر اس پر قائم رہے۔ اور وہ خدا کی کتاب ہے۔

○ اور ہاں دیکھو! دینی معاملات میں غلو (ضد اور نفسانیت، خود پسندی، حد سے زیادتی) سے بچنا کہ تم سے پہلے لوگ انہی باتوں سے ہلاک کر دیئے گئے۔

○ سنو! جو لوگ یہاں ہیں انہیں چاہیئے کہ یہ احکام اور یہ باتیں ان کو بتا دیں جو یہاں نہیں ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی غیر موجود تم سے زیادہ سمجھنے اور محفوظ رکھنے والا ہو۔ (اقتباس از خطبہ حج الوداع)

○ حضرت حارث اعورؓ سے روایت ہے کہ میں ایک بار مسجدِ نبویؐ میں گیا تو دیکھا کہ لوگ باتوں میں مصروف ہیں۔ میں حضرت علیؓ کے پاس گیا اور عرض کیا کہ یا امیرالمومنین! آپ نے ملاحظہ نہیں فرمایا کہ لوگ باتوں میں مصروف ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ واقعی ایسا ایسا کر رہے ہیں؟ میں نے کہا۔ جی ہاں۔ فرمایا۔ میں نے حضورؐ کو کہتے سنا ہے کہ عنقریب اس قسم کا فتنہ ظہور میں آئیگا اس وقت میں نے دریافت کیا یا رسول اللہؐ! اس میں نجات کی کیا سبیل (راہ) ہے؟ فرمایا "کتاب اللہ" (قرآن)۔ اس میں گذشتہ امتوں کے واقعات ہیں، آئندہ آنے والوں کی خبریں ہیں تمہارے باہمی اختلافات کا فیصلہ ہے۔

○ یہ (قرآن) ایک محکم حقیقت ہے کوئی بے تکی بات نہیں جو شخص اسے عبث سمجھ کر چھوڑ بیٹھے گا اسے اللہ تباہ کر دے گا۔ اور جو اس (قرآن) کے علاوہ کسی اور جگہ ہدایت کی تلاش کرے گا اسے اللہ گمراہی میں ڈال دے گا۔

○ یہ (قرآن) اللہ کی مضبوط رسّی ہے اور پُرحکمت ذکر اور صراط مستقیم ہے۔ اس میں نہ خواہشوں میں کجی آتی ہے نہ زبان میں لغزش۔ اہلِ علم اس سے کبھی سیر نہیں ہوتے اور بار بار دہرانے سے اس میں کہنگی نہیں آتی اور اس کے عجائب کبھی ختم نہیں ہوتے۔

○ اور اسے سن کر جنّوں کو کہنا پڑا کہ ہم نے ایک عجیب کلام سنا ہے جو رشد کی طرف لے جاتا ہے اور ہم تو اس پر ایمان لے آئے جو اس پر عامل ہوگا مستحق اجر ہوگا۔ اور جو اس کی طرف دعوت دے گا وہ صراط مستقیم پا لے گا۔ اے حارثؓ! ان باتوں کو گرہ میں باندھ لے (ترمذی شریف ص۱۱۴ جلد ۲ باب ما جاء فی فضل القرآن)

رسولِ خدا کا ارشادِ خاص

سارے مسلمان ایک جسم کی مثال ہیں۔ اگر جسم کے کسی حصّے میں تکلیف ہو جائے تو پورا جسم بے چین ہو جاتا ہے۔ (حدیث)

- مسلمان وہ ہے کہ دوسرے مسلمان اس کی زبان اور اس کے ہاتھ کے شر سے سلامت رہیں (حدیث)
- مسلمان سے گالی گلوچ کرنا فاسق کا کام ہے اور مسلمان کا قتل کفر ہے۔ (حدیث)

مذکورہ ہدایات و ارشادات کا مقصد و منشاء و مطلب یہ ہے کہ ساری دنیا کے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ یہ رشتۂ وحدت و اخوت خدا کا قائم کیا ہوا ہے۔ اس رشتۂ اسلامی کے مقابلے میں تمام خونی و خاندانی رشتے، ذات برادری کے رشتے، زبان، وطن، رنگ، نسل، مقام اور صوبائی رشتے۔ غرض تمام رشتے اس دینی رشتے کے مقابل ہیچ ہیں۔ یہ رشتۂ عقیدت کا دھاگہ ساری دنیا کے مسلمانوں کو تسبیح کے دانوں کی طرح ایک دھاگے کی لڑی میں پرو کر وحدت اسلامی اور اتحاد قومی کے ایک مرکز پر سب کو جمع کر دیتا ہے جس کا آخری اور مکمل عملی نمونہ حج کا اجتماع ہے اتفاق و اتحاد اور یک جہتی کی حد ہو گی کہ خدا نے مسلم قوم کے متعلق یہ مثال دی ہے کہ كَأَنَّهُم بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ (سورہ صف آیت ۲۱) گویا یہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں اور دوسری جگہ فرقہ پرستی، پارٹی بازی اور پھوٹ اور بیگانگی کے متعلق اس قدر تنبیہ کی ہے کہ توبہ توبہ اللہ کی پناہ۔

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ (۶ : ۱۵۹)

جن لوگوں نے اپنے دین میں فرقہ بندی و پارٹی بازی اختیار کی۔ اے نبیؐ! تم کو ان سے کوئی واسطہ نہیں۔

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہے سب کا نبیؐ دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کیا بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں
فرقہ بندی سے کیے رہنماؤں نے خراب
ہائے ان مالیوں نے باغ اجاڑا اپنا
یوں تو سیّد بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو (اقبال)

ظلم و جارحیت کا شکار افغان مجاہدین و مہاجرین

مجاہدین اسلامیہ کے شکریہ کے مستحق ہیں جو اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ کر اسلامی اقتدار کی سربلندی کے لیے سرگرم عمل ہیں۔

یہ مجاہدین و مہاجرین اس بات کے مستحق ہیں کہ ہر فرد اپنی ہمت سے بڑھ کر ان کے ساتھ تعاون کرے۔

اس مقصد کے لیے اپنی امداد رقوم اور دوسری اشیاء مندرجہ ذیل جگہوں پر پہنچا کر اپنی ملی ذمہ داریاں پوری کریں۔

- دفتر انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور
- مسجد رحمانیہ قلعہ گوجر سنگھ لاہور
- دفتر نظام العلماء چوک رنگ محل لاہور

الداعی: (مولانا) عبید اللہ انور، امیر نظام العلماء پنجاب، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ یُوْرِثُھَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ ط

"کریں گے اہلِ نظر تازہ بستیاں آباد"

گوجرانوالہ شہر کے قریب ترین عظیم الشان رہائشی منصوبہ

اجمل ٹاؤن

۴½ مرلے، ۹ مرلے، ۱۸ مرلے
کے
رہائشی و کمرشل پلاٹس

خصوصیات: کشادہ سڑکیں، بجلی، بوائے اینڈ گرلز سکول، مسجد، پٹرول پمپ، پارک، ۲۴ گھنٹے ٹرانسپورٹ کی سہولت

طریقہ حصول پلاٹ و ادائیگی: کل قیمت کا ⅓ حصہ بطور بیعانہ ادا کر کے قبضہ حاصل کریں۔ باقی ⅔ حصہ اندر ۳ ماہ بمعہ خرچہ رجسٹری ادا کر کے رجسٹری حاصل کریں۔

قیمت: ۱۵۰۰/ روپے تا ۲۵۰۰ روپے فی مرلہ

نوٹ: سائٹ آفس روزانہ ۷½ صبح تا ۵½ بجے شام کھلا رہتا ہے۔

محلِ وقوع: برلب بائی پاس روڈ نوشہرہ سانسی، نزد اعوان چوک گوجرانوالہ

رابطہ کے لئے

۱۔ محمد ازہر صدیقی، حاجی محمد بشیر سائٹ آفس اجمل ٹاؤن بائی پاس روڈ، گوجرانوالہ

۲۔ عبدالرحمٰن پراپرٹی ڈیلر گلی شیخاں والی، کھنڈ بازار، گوجرانوالہ

۳۔ محمد اشرف محمد رفیق فون ۷۴۶۹۳ ۴۔ شیخ عبدالمجید فون ۷۳۸۴۸

گونجے گا چار کھونٹ میں نانوتوی کا نام بانٹا ہے اس نے بادۂ عرفانِ مصطفےٰ
(شورش)

بیادگار: حضرت قاسم العلوم مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ
بانی دارالعلوم دیوبند، یوپی۔ انڈیا

دارالعلوم قاسمیہ (رجسٹرڈ) ارباب غلام علی روڈ ڈیبہ کوئٹہ

(بلوچستان ، پاکستان)

عرصہ چھ سال سے قرآن کریم، حفظ وناظرہ اور درس نظامی کے شعبہ جات میں خدمت دین کے فرائض انجام دے رہا ہے حضرت حاجی امیر محمد صاحب نے اپنے دست حق پرست سے سنگ بنیاد رکھا۔ اور حضرت حافظ الحدیث مولانا محمد عبد اللہ درخواستی مدظلہ نے اسباق کا افتتاح فرمایا، دارالعلوم کا معائنہ فرماکر آرائے گرامی رقم کرنے والے اکابرین میں حضرت مولانا محمد شاہ صاحب امروٹی مدظلہ، حضرت مولانا عبید اللہ انور، مولانا سمیع الحق، مدیر الحق، مولانا عبدالکریم خطیب جامع مسجد ظفار عمان، قاری غلام نبی صاحب، سید عبدالستار شاہ صاحب، مولانا عبدالہادی صاحب شکیٹری، مولانا عبدالحمید صاحب، اسماعیل ذہبی ایران، قاضی عبدالرحیم صاحب تربت، مکران، قاضی عبدالحلیم صاحب، پروفیسر عبدالرحمٰن صاحب، ملک عبدالصمد صاحب، خواجہ خیل سیکرٹری محکمہ صحت بلوچستان حاجی عبدالقیوم صاحب سرِیاب کوئٹہ جیسے معززین کے نام سرِفہرست ہیں، مختصراً چیدہ چیدہ آراء پیش خدمت ہیں

حضرت مولانا محمد شاہ صاحب امروٹی مدظلہ، مدرسہ دارالعلوم قاسمیہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، مدرسہ کی مستقل عمارت زیر تعمیر ہے اہل خیر حضرات کو فوری توجہ دینی چاہیئے،،

حضرت مولانا عبید اللہ انور، علماء کی معیت میں حاضری کا شرف حاصل ہوا، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان اداروں کی جلد تکمیل کی توفیق فرمائے۔

حضرت مولانا سمیع الحق، مدیر الحق، اکوڑہ خٹک: احقر نے مہتمم مدرسہ مولانا عبدالغفور صاحب مدظلہ کی معیت میں مولانا عبدالرحیم حقانی فاضل حقانیہ کی دعوت پر مدرسہ قاسمیہ کا سرسری معائنہ کیا، تعداد اساتذہ، طلبہ، رقبہ زمین کتب اور حساب کے لحاظ سے مدرسہ خوش آئند مستقبل کی غمازی کرتا ہے۔

مولانا عبدالکریم صاحب ظفار، عمان نے آج بروز یکشنبہ بتاریخ ۲۴ جمادی الاول ۱۳۹۹ھ بمطابق ۲۲ اپریل ۱۹۷۹ء ہمراہ غلام قادر ملازم ظفار عمان، مدرسہ دارالعلوم القاسمیہ ارباب غلام علی روڈ ڈیبہ، کوئٹہ، مولانا عبدالغفور بانی ومہتمم مدرسہ کے ساتھ مسجد ومدرسہ کا معائنہ کیا، وہ دو پلاٹ جو مسجد شریف کے لئے خریدا گیا ہے بقیمت اٹھ ہزار روپیہ جس کے دو نقول انتقال زمین میرے حوالے کئے گئے ملاحظہ کیا، مدرسہ میں آٹھ مدرس اسباق پڑھا رہے ہیں، از ایں پیشتر گذشتہ سال پانچ مدرس رہ چکے ہیں، ۸۵ طلباء علم پڑھ رہے ہیں، سات کمرے تیار ہیں، حفظ وقرأت، عربی، فارسی کے علاوہ اردو بھی پڑھایا جاتا ہے، مدرسہ کے لئے ۶۵ ہزار روپیہ کی زمین خریدی گئی نیز مدرسہ کی شاخ کے لئے نوے ہزار روپیہ کی زمین رند علی میں خرید کیا گیا ہے جسکا نقل انتقال ملاحظہ کیا، بے حد خوشی ہوئی، تمام مسلمانان سے گذارش کرتا ہوں کہ مسجد و مدرسہ سے دامے درمے، قدمے سخنے تعاون فرماکر ثواب دارین حاصل کریں، عبدالکریم خطیب جامع مسجد الف، الف، ظفار، سلطنت عمان، ۲۲-۴-۷۹

مولانا عبدالحمید صاحب اسماعیل ذہبی ایران، در تاریخ ۲۹-۴-۱۳۵۸ھ از حساب ایرانی حضرت سیدی ومرشدی استاذ مولانا عبدالغنی صاحب تشریف آوردند بکوئٹہ وما چند رفیق برائے ملاقاتش حاضر شدیم چوں

ایشاں بمدرسہ عبدالغفور دعوت بودند من با ہمراہ حضرت استاذ حاضر شدہ مدرسہ را معائنہ کردم و اتفاقاً زمین برقیمت خریدہ بودند
برائے مدرسہ دارالعلوم قاسمیہ و چوں مقرر دش بودند رائے مختصر کردم، بیان کردند کہ مدرسین چہار بودند، با شعبہ حفظ و ناظرہ ہستند
ہر کسے را خداوند توفیق بدہد، با ایشاں کمک بفرمائید کمک بمصرف خروج میشود

نوٹ :- صاحب الرائے مہمان گرامی چھٹیوں میں تشریف لائے تھے (احقر عبدالحمید - اسماعیل ذھی)

قاری غلام نبی صاحب کوئٹہ :- ۲۳ جون ۱۹۷۴ء مدرسہ دارالعلوم قاسمیہ ارباب غلام علی روڈ، دیبہ، کوئٹہ، جس کے مہتمم و بانی حضرت مولانا عبدالغفور صاحب مستونگی ہیں، اس کے افتتاح کے موقعہ پر حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی مدظلہ، حضرت مولانا عبدالغفور صاحب مہتمم مدرسہ عربیہ مظہر العلوم شالدرہ کوئٹہ و سرپرست جمعیۃ علماء اسلام کوئٹہ بلوچستان، وغیرہ علماء کرام کی معیت میں حاضری کا موقعہ نصیب ہوا، اب دوبارہ حضرت مولانا محمد جان شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ مطلع العلوم بروری کوئٹہ و دیگر علماء کی معیت میں حاضری کا موقعہ ملا، اس وقت مدرسہ اپنے ابتدائی مراحل میں ہے، تاہم ۴۵ طلبہ مسافر و مقامی زیر تعلیم ہیں، دو اساتذہ اس وقت کام کر رہے ہیں، تیسرے استاذ کی تقرری بھی زیر غور ہے، ہمدردانِ اسلام سے اپیل ہے کہ مدرسہ کے تعمیری اخراجات میں نقد وغیرہ سے تعاون فرما کر ثواب میں شریک ہوں، والسلام، غلام نبی خادم مدرسہ عربیہ مرکزی تجوید القرآن رجسٹرڈ سرکی روڈ کوئٹہ، بلوچستان،

نوٹ :- امسال ۸ محنتی اساتذہ کی زیر نگرانی ایک صد پانچ (۱۰۵) طلبہ جن میں ۶۵ بیرونی ہیں، دینی علوم سے مستفید ہو رہے ہیں، اساتذہ کے مشاہرات پونے تین ہزار روپے ہیں، جامع مسجد و مدرسہ کے لئے سوا دو لاکھ کی اراضی خریدی جا چکی ہے، مدرسہ کے سات کمرے تیار اور مسجد کی بنیادیں بھری جا چکی ہیں، باقی تعمیر رقم نہ ہونے کی وجہ سے تشنۂ تکمیل ہے، وفاق المدارس سے ملحقہ اس دارالعلوم کا سالانہ حساب ہر سال آڈٹ کرایا جاتا ہے، شش سالہ حسابات کا مصدقہ میزانیہ مندرجہ ذیل ہے:

نمبر شمار		سنہ	آمدن پیسے	آمدن روپے	خرچ پیسے	خرچ روپے	کیفیت
۱	سال اول	1974-75	23	32626	67	58532	
۲	سال دوم	1975-76	91	65564	00	70596	
۳	سال سوم	1976-77	90	81116	22	85515	
۴	سال چہارم	1977-78	07	41761	24	43263	
۵	سال پنجم	1978-79	50	98593	50	99600	
۶	سال ششم	1979-80	75	185578	70	218497	
۷	میزان شش سالہ		36	505241	33	576005	
۸	کل قرضہ مدرسہ		97	70763			

مولانا عبدالغفور صاحب مستونگی، مہتمم دارالعلوم قاسمیہ (رجسٹرڈ) ارباب غلام علی روڈ دیبہ - کوئٹہ بلوچستان